

باسمہ تعالیٰ

(علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۲۱)

# شرائط التضحیۃ فی اوقات الأضحیۃ

قربانی کے سبب وجوب، شرط وجوب اور شرط اداء کی تحقیق

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

## شرائط التضحیۃ فی اوقات الاضحیۃ

قربانی کے سبب و وجوب، شرط و وجوب اور شرط اداء کی تحقیق

فقہی اعتبار سے سبب و وجوب، شرط و وجوب اور شرط اداء کی تعریف  
سبب و وجوب، شرط و وجوب اور شرط اداء میں فرق، اور ان پر مرتب ہونے والے احکام  
قربانی کے قربت غیر معقولہ اور اداء و قضاء ہونے کی بحث  
مقام مضحی اور مقام اضحیہ کے اوقات متفاوت ہونے کی صورت میں قربانی کا حکم  
اور اس بارے میں رائج نقطہ نظر اور اس پر وارد ہونے والے شبہات کا جائزہ

مصنف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

شرائط التضحیۃ فی اوقات الاضحیۃ

مفتی محمد رضوان

شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ - جولائی 2011ء

صفر المظفر ۱۴۳۶ھ - دسمبر 2014ء

صفر المظفر ۱۴۳۶ھ - دسمبر 2014ء

۱۲۰

نام کتاب:

مصنف:

طباعت اول:

طباعت دوم:

طباعت سوم:

صفحات:

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی پاکستان

فون 051-5507270 فیکس 051-5780728

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

## فہرست

صفحہ نمبر ﴿	مضامین ﴿	شمار نمبر ﴿
۵	تمہید (از مؤلف)	۱
۷	شرائط التضحیۃ فی اوقات الاضحیۃ قربانی کے سبب وجوب، شرط وجوب اور شرط اداء کی تحقیق	۲
//	قربانی کی شرعی تعریف اور قربانی کا رکن	۳
۸	قربانی کے سبب وجوب، شرط وجوب و اداء کی حقیقت اور ان میں فرق	۴
۱۵	قربانی کے سبب وجوب کی تحقیق	۵
۲۳	قربانی کا سبب وجوب شہر وغیر شہر میں یکساں ہے	۶
۳۰	وقت کا کون سا حصہ سبب وجوب ہے؟	۷
۴۱	قربانی کی شرائط وجوب کی تحقیق	۸
۴۴	قربانی کی شرط اداء کی تحقیق	۹
۵۱	وقت کے سبب وجوب اور شرط اداء ہونے کے شبہ کا جواب	۱۰
۵۳	قربانی اور اس کی قضاء قربت غیر معقولہ ہے	۱۱
۵۷	خلاصہ بحث	۱۲
۵۸	دارالعلوم کراچی کا فتویٰ	۱۳
۶۵	جامعہ بنوری ٹاؤن (کراچی) کا فتویٰ	۱۴

۱۵	مدرسہ شاہی مراد آباد (ہندوستان) کا فتویٰ	۷۳
۱۶	مقام مضحیٰ واضحیہ کے اوقات متفاوت ہونے کی ممکنہ صورتیں	۷۵
۱۷	چند شبہات کا ازالہ	۷۸
۱۸	اہل علم حضرات کی آراء	۸۶
۱۹	مولانا مفتی سید حسین احمد صاحب زیدہ مجدد (کراچی)	//
۲۰	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم (کراچی)	//
۲۱	حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم (کراچی)	۸۷
۲۲	حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی صاحب مدظلہم (لاہور)	۸۸
۲۳	مولانا مفتی محمد معاذ صاحب زید مجدد (پکوال)	//
۲۴	دارالعلوم کراچی کا منسلک فتویٰ	۹۱
۲۵	عرض گزاشت (مفتی محمد رضوان)	۹۷
۲۶	(ضمیمہ) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم	۱۱۱
۲۷	عرض گزاشت (مفتی محمد رضوان)	۱۱۲



## تمہید

(از مؤلف)

عیۃ الاضحیٰ کی قربانی اگرچہ مالی عبادت ہے، مگر یہ دوسری مالی عبادتوں سے ممتاز اور الگ نوعیت کی حامل اور قربتِ غیر معقولہ ہے، کہ دوسری مالی عبادتوں میں مال ضرورت مندوں پر خرچ کیا جاتا ہے، اور اس میں جانور کو ذبح کیا جاتا ہے، قربانی کی ادائیگی میں اصل حکم جانور کو ذبح کرنا ہی ہے، جس کو ”اراقۃ دم“ کہا جاتا ہے، اور یہی قربانی کا رکنِ رکیں ہے۔

دوسری طرف قربانی کی حقیقت اور اس کی ادائیگی کے لئے شریعت کی طرف سے ایام و اوقات مخصوص و مقرر ہیں کہ ان ایام و اوقات میں ہی جانور ذبح کر کے اس عبادت کو ادا کیا جاسکتا ہے، اور مخصوص ایام و اوقات کے بعد یہ عبادت قضا ہو جاتی ہے، اور اس کی قضا، جانور کے ذبح کرنے یا اراقۃ دم سے نکل کر صدقہ بن جاتی ہے، اور پھر ذبح کرنا کافی نہیں ہوتا، بلکہ اگر کوئی ذبح بھی کر دے، تب بھی اس کو صدقہ کرنے کا حکم ہوتا ہے، جس کے متعلق تفصیلی مسائل فقہی کتابوں میں مذکور و موجود ہیں۔

پھر قربانی جس طرح خود کرنا جائز ہے، اسی طرح کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنا کر اس کے ذریعہ سے اپنی قربانی کرانا بھی جائز ہے، اور آج کل ذرائع ابلاغ اور وسائل سفر و روابط کے تیز ترین ہونے کی وجہ سے ایسے دور دراز مقامات پر بھی کسی کو وکیل بنا کر قربانی کرانے کی صورتیں پیش آنے لگی ہیں کہ جہاں کے اوقات بلکہ بعض دفعہ تاریخیں بھی قربانی کرانے والوں کے مقامات سے مختلف ہوتی ہیں، جن کا پہلے زمانوں میں (جبکہ ذرائع ابلاغ اور وسائل سفر و روابط تیز ترین نہ تھے) وجود نہ تھا۔

ایسے حالات میں مقامِ مضحیٰ اور اضحیہ (یعنی قربانی کرانے والے اور اس کی قربانی کے جانور

والے مقامات) کے اوقات و تاریخ کے مختلف ہونے کی صورت میں یہ سوال پیدا ہوا کہ قربانی کے اوقات کا معیار مضحی کے مقام کے اعتبار سے ہو گا یا اضحیہ کے مقام کے اعتبار سے؟ اس سلسلہ میں اہل علم حضرات کی طرف سے غور و فکر کرنے کے نتیجہ میں مختلف نقطہ ہائے نظر پیدا ہو گئے، بعض نے اضحیہ یعنی قربانی کے جانور کے مقام کے اوقات کو معتبر ٹھہرایا، اور مضحی یعنی قربانی کرانے والے کے مقام کے اوقات کا ابتداء و انتہاء کوئی اعتبار نہ کیا، اور بعض نے مضحی اور اضحیہ یعنی قربانی کرانے والے اور اس کے جانور والے دونوں مقامات کے اوقات کو ابتداء و انتہاء ملحوظ رکھا۔

ہم نے اس سلسلہ میں پائے جانے والے مختلف نقطہ ہائے نظر کا مطالعہ کیا، اور شرعی و فقہی اعتبار سے متعلقہ پہلوؤں پر غور و فکر کیا، جس کے نتیجہ میں دلائل کے لحاظ سے مقام اضحیہ یعنی جانور والے مقام کے اوقات کے ملحوظ ہونے اور مقام مضحی یعنی قربانی کرانے والے کے مقام کے اوقات کو نظر انداز کرنے کا موقف مرجوح اور کمزور تو جیہات اور بعیدی قیاسات پر مبنی اور اس کے مقابلہ میں مضحی اور اضحیہ دونوں کے مقامات کے اوقات کے ملحوظ ہونے کا موقف اصول فقہ کے مطابق اور مضبوط و مستحکم معلوم ہوا، جس کو ہم نے زیر نظر مضمون میں ذکر کر دیا ہے، اور ساتھ ہی اس کے مقابلہ میں پیش کئے جانے والے دلائل و شبہات کا بھی صراحتاً یا اشارتاً جواب درج کر دیا ہے۔ تاہم بعض حضرات کی طرف سے پیش کردہ بعض امور ایسے محسوس ہوئے کہ ان سے تعرض اور ان کے جوابات لا حاصل معلوم ہوئے، اور ان امور کا مسئلہ ہذا سے کوئی تعلق محسوس نہ ہوا، اس لئے ان سے اس مضمون میں سکوت اختیار کیا گیا، البتہ اس قسم کے متعدد امور اور پہلوؤں پر ہم نے اپنی دوسری تالیف ”ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل و احکام“ میں اپنے مقامات پر بقدر ضرورت کلام کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حق موقف کو سمجھنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

محمد رضوان ۲۱/ شعبان المعظم/ ۱۴۳۲ھ 24/ جولائی/ 2011ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

## شرائط التضحية في اوقات الاضحية

### قربانی کے سبب وجوب، شرط وجوب اور شرط اداء کی تحقیق

جب کوئی شخص اپنی قربانی کسی کو وکیل بنا کر دور دراز ایسے مقام پر کرائے کہ وہاں کے طلوع وغروب کا وقت، یا قمری تاریخ اپنے یہاں کے مقام سے مختلف ہو تو اس کا فقہی حکم معلوم کرنے کے لئے قربانی سے متعلق چند فقہی قواعد کو جاننا ضروری ہے، اور ان کو نہ جاننے یا ان میں غلط فہمی پیدا ہونے سے نتیجہ تک پہنچنے میں دشواری پیدا ہوتی ہے، اس لئے پہلے قربانی سے متعلق فقہی اصول و قواعد کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے، جن کی روشنی میں اصل مسئلہ تک پہنچنے میں مدد حاصل ہوتی ہے۔

### قربانی کی شرعی تعریف اور قربانی کا رکن

شرعی اعتبار سے قربانی کی حقیقت شریعت کی طرف سے مقرر کردہ شرائط کے مطابق قربت کی نیت سے مخصوص جانور کو مخصوص وقت میں ذبح کرنا ہے، اور قربانی کی ادائیگی کا رکن مخصوص جانور کو ذبح کرنا ہے۔ ۱

۱۔ وفي الشرع هي ذبح حيوان مخصوص بنية القرية في وقت مخصوص وهو يوم الأضحي وشرائطها الإسلام واليسار الذي يتعلق به صدقة الفطر فتجب على الأنثى وسببها الوقت وهو أيام النحر وركنها ذبح ما يجوز ذبحها وحكمها الخروج عن عهدة الواجب في الدنيا والوصول إلى الثواب في العقبى (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج ۲ ص ۵۱۶، كتاب الاضحية) وأما شرعا فالأضحية اسم لحيوان مخصوص وهو الإبل والبقر والضأن والمعز بسن مخصوص، وهو الثني فصاعدا من هذه الأنواع الأربعة، والجدع من الضأن يذبح بنية القرية في يوم مخصوص وهو يوم الأضحي عند وجود شرائطها وسببها انتهى.

وقال صاحب العناية: وفي الشريعة عبارة عن ذبح حيوان مخصوص في وقت مخصوص وهو يوم الأضحي انتهى. أقول: يرد على ظاهره أن الأضحية في الشريعة عبارة عما يذبح من حيوان مخصوص في وقت مخصوص لا عن ذبح ذلك الحيوان في ذلك الوقت، فإن هذا معنى التضحية

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾



قربانی کے سبب وجوب، شرط وجوب و اداء کی حقیقت اور ان میں فرق اور قربانی کیونکہ مالی عبادت ہونے کے باوجود (زکاۃ و صدقات سے مختلف) قربت غیر معقولہ اور نماز کی طرح عبادات موقتہ میں سے ہے، اس لئے احناف کے نزدیک قربانی کا سبب وجوب وقت ہے جو کہ دس ذی الحجہ کے طلوع فجر سے لے کر بارہ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے کے درمیان دائر ہے، اور قربانی کی شرط وجوب مسلمان، غنی، اور مقیم وغیرہ ہونا ہے، اور قربانی کی شرط ادا مسلمان اور وقت وغیرہ ہونا ہے۔

اور عید کی نماز کا ہونا صرف شہر کے حق میں (جہاں کہ عید کی نماز کا حکم ہو) ایک اضافی شرط ادا ہے۔

پس قربانی کا وقت داخل ہونے سے پہلے قربانی سرے سے ذمہ میں واجب اور اس کی ادائیگی جائز و معتبر نہیں ہوتی۔

اور اگر وقت داخل ہو گیا، مگر غنی اور مقیم وغیرہ ہونے کی شرط نہیں پائی گئی تو قربانی کی ادائیگی

### ﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لا معنى الأضحية، وقد لوح إليه صاحب الإصلاح والإيضاح حيث قال: هي في الشريعة ما يذبح في يوم الأضحية بنية القرية.

وقال فيما نقل عنه: ومن قال عبارة عن ذبح حيوان مخصوص في وقت مخصوص فإنه لم يفرق بين الأضحية والتضحية وانتهى. أقول: يمكن أن يجاب عنه بحمل الكلام على المسامحة بناء على ظهور المراد فيكون المراد بذبح حيوان مخصوص هو الحيوان المذبح نفسه، وهذا كما قيل في تعريف العلم بحصول صورة الشيء في العقل أن المراد منه هو الصورة الحاصلة في العقل على المسامحة كما حققه الشریف الجرجاني في عدة مواضع من تصانيفه. وطعن بعض الفضلاء في التعريف الذي ذكره صاحب العناية بوجه آخر حيث قال: اعلم أنه لا بد في التعريف من قيد آخر وهو أن يقول بسن مخصوص لئلا ينتقض التعريف انتهى. أقول: يمكن أن يجاب عنه أيضا بأن قوله حيوان مخصوص يغني عن ذلك القيد الآخر، فإن المراد بالمخصوص ما يعم المخصوص النوعي وهو الأنواع الأربعة الإبل والبقر والضأن والمعز، والمخصوص السنّي أيضا وهو الثني فصاعدا من الأنواع الأربعة المذكورة، والجدع من الضأن وحده، فلا ينتقض التعريف بشيء. نعم لو فصله كما وقع في النهاية وغيرها لكان أظهر، لكنه سلك مسلك الإجمال اعتمادا على ظهور تفصيل ذلك في تضاعيف المسائل الآتية (فتح القدير، ج ٩، ص ٥٠٥، ٥٠٦، كتاب الأضحية)

ذمہ میں واجب نہیں ہوتی۔

اور اگر شہر میں کسی بھی ایک جگہ عید کی نماز نہیں ہوئی، تو نماز سے پہلے اس شہر میں قربانی کا جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہوتا، اسی طرح اگر قربانی کا وقت ختم (یعنی بارہ ذی الحجہ کا سورج غروب) ہو گیا تو قربانی ادا نہیں ہوتی، بلکہ قضاء ہو جاتی ہے، اور وہ اراقۃ دم سے صدقہ بن جاتی ہے۔

جیسا کہ نماز کا معاملہ ہے کہ کسی نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے وہ نماز سرے سے ذمہ میں واجب اور اس کی ادائیگی معتبر نہیں ہوتی۔

اور اگر وقت داخل ہو گیا، مگر بلوغ وغیرہ کی شرط نہیں پائی گئی تو نماز کی ادائیگی ذمہ میں واجب نہیں ہوتی۔

اور اگر وقت کی شرط فوت ہو گئی، تو نماز ادا نہیں ہوتی، بلکہ قضاء ہو جاتی ہے۔

اور نفس وجوب دراصل مکلف کے ذمہ کا کسی چیز کے ساتھ مشغول ہونے کا نام ہے، جو ظاہر میں کسی چیز کے سبب سے ثابت و معلوم ہوتا ہے، اور نفس وجوب سے کوئی چیز مکلف کے ذمہ واجب تو ہو جاتی ہے، مگر اس کی ادائیگی تب واجب ہوتی ہے، جبکہ شرط وجوب بھی پائی جائے، جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفس وجوب کا تعلق مکلف اور اس کے ذمہ سے ہے۔ ۱۔

۱۔ (ثُمَّ هُوَ) أَى الْوَقْتُ لَمَّا بَيَّنَّ أَنَّ الْوَقْتَ سَبَبَ لِلْوُجُوبِ أَرَادَ أَنْ يُبَيِّنَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْوُجُوبِ نَفْسُ الْوُجُوبِ لَا وَجُوبُ الْأَدَاءِ. (سَبَبٌ لِنَفْسِ الْوُجُوبِ؛ لِأَنَّ سَبَبَهَا الْحَقِيقَى الْإِيجَابُ الْقَدِيمُ وَهُوَ رَتَبُ الْحُكْمِ عَلَى شَيْءٍ ظَاهِرٍ فَكَانَ هَذَا) أَى الشَّيْءِ الظَّاهِرُ، وَهُوَ الْوَقْتُ (سَبَبًا لَهَا) أَى لِنَفْسِ الْوُجُوبِ (بِالنَّسْبَةِ إِلَيْهَا، ثُمَّ لَفْظُ الْأَمْرِ لِمُطَالَبَةِ مَا وَجَبَ بِالْإِيجَابِ الْمُرْتَبِ الْحُكْمِ عَلَى ذَلِكَ الشَّيْءِ) وَهُوَ الْوَقْتُ (فَيَكُونُ) أَى لَفْظُ الْأَمْرِ (سَبَبًا لَوُجُوبِ الْأَدَاءِ، وَالْفَرْقُ بَيْنَ نَفْسِ الْوُجُوبِ وَوُجُوبِ الْأَدَاءِ أَنَّ الْأَوَّلَ هُوَ اشْتِغَالُ ذِمَّةِ الْمُكَلَّفِ بِالشَّيْءِ، وَالثَّانِي هُوَ لُزُومُ تَفْرِيعِ الذَّمَّةِ عَمَّا تَعَلَّقَ بِهَا فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ سَبَقٍ حَقٍّ فِي ذِمَّتِهِ فَإِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُثَبِّتُ الثَّمَنَ فِي الذَّمَّةِ) فَثُبُوتُ الثَّمَنِ فِي الذَّمَّةِ نَفْسُ الْوُجُوبِ (أَمَّا لُزُومُ الْأَدَاءِ فَعِنْدَ الْمُطَالَبَةِ بِنَاءً عَلَى أَضَلِّ الْوُجُوبِ، وَأَيْضًا وَاجِبٌ عَلَى الْمُغْنَى عَلَيْهِ وَالنَّائِمِ وَالْمَرِيضِ وَالْمُسَافِرِ وَلَا أَدَاءَ عَلَيْهِمْ لَعَدَمِ الْخُطَابِ) أَمَّا فِي الْأَوَّلَيْنِ فَلِأَنَّ خُطَابَ مَنْ لَا يَفْهَمُ لَفْظَ، وَأَمَّا فِي الْآخِرَيْنِ فَلِأَنَّهُمَا مُخَاطَبَانِ بِالصَّوْمِ فِي أَيَّامٍ أُخَرَ (وَلَا بُدَّ لِلْقَضَاءِ مِنْ وَجُوبِ الْأَصْلِ فَيَكُونُ نَفْسُ الْوُجُوبِ ثَابِتًا وَيَكُونُ سَبَبُهُ) أَى سَبَبُ نَفْسِ الْوُجُوبِ (شَيْئًا غَيْرَ الْخُطَابِ وَهُوَ الْوَقْتُ) لَمَّا ذَكَرْنَا مِنْ عَدَمِ الْخُطَابِ؛ لِأَنَّهُ لَا شَيْءَ غَيْرَ الْوَقْتِ، وَالْخُطَابُ يَصْلُحُ لِلْسَّبَبِ فَالْسَّبَبُ مُنْهَضَةٌ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر سبب اور شرط دو الگ الگ قسمیں ہیں، سبب، مسبب کی طرف موصل و مفضی اور اس سے متصل ہوتا ہے، اور شرط پر مشروط کا وجود موقوف ہوتا ہے، اگر اس شرط کا مشروط، وجوب ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فِيهِمَا إِمَّا لِهَذَا أَوْ لِلْجَمَاعِ فَيَلْزَمُ مِنْ نَفْيِ أَحَدِهِمَا ثُبُوتُ الْآخَرِ ، ثُمَّ اغْلَمَ أَنَّ بَعْضَ الْعُلَمَاءِ لَا يَذَرُ كُونَ الْفَرْقِ بَيْنَ نَفْسِ الْوُجُوبِ وَوُجُوبِ الْأَدَاءِ ، وَيَقُولُونَ إِنَّ الْوُجُوبَ لَا يَنْصَرِفُ إِلَّا إِلَى الْفِعْلِ ، وَهُوَ الْأَدَاءُ فَالْطَّرِيقَةُ يَكُونُ نَفْسُ الْوُجُوبِ هِيَ نَفْسُ الْوُجُوبِ الْأَدَاءِ فَلَا يَبْقَى فَرْقٌ بَيْنَهُمَا ، وَلَكِنَّهُ مَنْ أَبْدَعَ الْفَرْقَ بَيْنَهُمَا ، وَمَا أَذَقَ نَظَرَهُ ، وَمَا أَمْتَنَ حِكْمَتَهُ (التوضيح في حل غوامض التنقيح مع شرح التلويح ج ١ ص ٣٩١، ٣٩٢، الباب الثاني، فصل المأمور به نوعان مطلق ومؤقت، لعبيد الله بن مسعود المحبوبي البخاري الحنفی)

نفس الوجوب في الذمة بوجود السبب وجوب الأداء بالمطالبة (تبیین الحقائق، ج ١، ص ٣٣٠، کتاب الصوم، فصل في العوارض)

الذمم لا تختلف في نفس الوجوب وإنما تختلف في الإيفاء (تبیین الحقائق، ج ٢، ص ١٤٢، کتاب الحوالة)

والحاصل أن بتحقيق سبب الوجوب يجب الشيء في الذمة فإذا وجد المال النصاب وجبت في الذمة، وتعلقت بالزكاة، وأما وجوب الأداء الموقوف على مطالبة الشارع فهو إنما يتعلق بعد حولان الحول (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج ٣، ص ١٨٩، کتاب الزكاة)

الوقت ظرفاً للمؤدى وشرطاً للأداء وسبباً للوجوب..... والمراد بالشرط ان لا يصح المأمور قبل وجوده ويفوت بفوته (نور الانوار، ص ٥٦، مبحث الامر، كون الامر المقيد اربعة انواع)

قوله ”للو وجوب“ اى لنفس الوجوب، فان وجوب الاداء بالامر، والسبب عندهم ما يكون معرفاً بتحقق المسبب ومفضياً الى وجوده، كذا قيل (قمر الاقمار حاشية نور الانوار، حواله بالا)

ولا يصح الاداء قبل دخول الوقت ويفوت بفوته، فيكون شرطاً، ويختلف الاداء باختلاف صفة الوقت صفة وكراهة، فيكون سبباً للوجوب، وتقديم المشروط على الشرط جائز اذا كان الشرط شرطاً للوجوب، كما في حولان الحول للزكاة، واما اذا كان الشرط شرطاً للجواز لا يصح التقديم عليه كسائر شرائط الصلاة، وتقديم المسبب على السبب لا يجوز اصلاً وههنا لما اجتمعت الشرطية والسببية فلا جرم ان لا يجوز التقديم على الوقت، ثم ههنا شيان نفس الوجوب وجوب الاداء، فنفس الوجوب سببه الحقيقي هو الايجاب القديم، وسببه الظاهري، وهو الوقت اقيم مقامه، وجوب الاداء سببه الحقيقي تعلق الطلب بالفعل، وسببه الظاهري وهو الامر اقيم مقامه (نور الانوار، ص ٥٤، مبحث الامر، كون الامر المقيد اربعة انواع)

نفس الوجوب الذى مناطه وجود السبب (رد المحتار على الدر المختار، ج ٢، ص ٣٥٤، باب صدقة الفطر)

لَا يَثْبُتُ بِالسَّبَبِ إِلَّا نَفْسُ الْوُجُوبِ (كشف الأسرار، ج ١، ص ١٣٩، باب الأمر)

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تو اس شرط پر وجوب اور اگر اس شرط کا مشروط اداء ہے، تو اس شرط پر اداء موقوف ہوتی ہے۔  
اور اسی وجہ سے سبب، مسبب پر اور شرط، مشروط پر مقدم ہوا کرتی ہے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أَنَّ نَفْسَ الْوُجُوبِ بِالسَّبَبِ وَوُجُوبَ الْأَدَاءِ بِالْخَطَابِ إِجْمَاعُهُمْ (كشف الأسرار، ج ۴، ص ۳۴۲، باب بیان اسباب الشرائع)

مگر مندرجہ عبارات کے برعکس مفتی رشید احمد فریدی صاحب (مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، سورت، گجرات) لکھتے ہیں کہ:  
سبب وجوب کے لفظ سے نفس وجوب مراد لینا ہی محل نظر ہے (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، اکتوبر، نومبر ۲۰۰۸ء، ص ۵۵)

نفس وجوب کے لئے وقت متعین نہیں ہے، وجوب اداء کے لئے وقت کا ہونا ضروری ہے (ایضاً ص ۵۶)  
ذمہ کے مشغول بالواجب ہونے کا مدار فقط کسی چیز کو سبب کہے جانے پر نہیں ہے (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۰ء، ص ۳۶)

حالانکہ فقہائے کرام کی مندرجہ بالا عبارات میں نفس وجوب کا، سبب سے ثابت ہونا واضح ہے، بلکہ بعض عبارات میں سبب کے ذریعہ سے نفس وجوب کے اثبات پر حصر بیان کیا گیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے نفس وجوب کا مدار ہی وجوب پر بیان کیا ہے، البتہ بعض اوقات فقہائے کرام شرط وجوب بول کر وجوب اور مراد لیتے ہیں، نہ کہ نفس وجوب۔  
يمكن أن يجاب بأن المراد بالوجوب في قوله إن ذلك شرط الوجوب هو وجوب الأداء دون نفس الوجوب (فتح القدير، ج ۹، ص ۳۸۰، كتاب الشفعة)

۱۔ قد تقرر في علم الأصول أن الشرط والسبب قسمان قد اعتبر في أحدهما ما ينافي الآخر، فإنه قد اعتبر في السبب أن يكون موصلاً إلى المسبب في الجملة، وفي الشرط أن يكون موصلاً إلى المشروط أصلاً بل كان وجود المشروط متوقفاً عليه، ومن الممتنع أن يكون شيء واحد موصلاً إلى شيء واحد آخر، وأن لا يكون موصلاً إليه في حالة واحدة لأقضاؤه اجتماع النقيضين، وعن هذا قالوا في الصلاة إن الوقت سبب لوجوبها وشرط لأدائها فلم يلزم أن يكون سبباً وشرطاً بالنسبة إلى شيء واحد (فتح القدير، ج ۹، ص ۵۰۶، كتاب الاضحیہ)

السبب ما يكون مفضياً إلى المسبب إذ هو في اللغة اسم لما يتوصل به إلى الشيء (بدائع الصنائع، ج ۳، ص ۲۰، كتاب الايمان، فصل في حكم اليمين بالله تعالى)  
أدنى درجات السبب أن يكون مفضياً إلى المسبب (تبيين الحقائق، ج ۳، ص ۹۸، كتاب الاعتقاد، باب التدبير)

ثُمَّ بَدَأَ بِالْأَوْقَاتِ لِيَقْدِمَ السَّبَبَ عَلَى الْمُسَبَّبِ (البحر الرائق، ج ۱، ص ۲۵۷، كتاب الصلاة)  
وَلَا يُعْقَلُ تَقْدِمُ الْمُسَبَّبِ عَلَى السَّبَبِ (البحر الرائق، ج ۳، ص ۲۹۳، كتاب الطلاق، بَابُ أَلْفَاظِ الطَّلَاقِ)

لا متناع تقدم المسبب على السبب (درر الحکام شرح غرر الأحکام، ج ۱، ص ۵۰، كتاب الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور شرط وجوب اور شرط اداء میں یہ فرق ہے کہ شرط وجوب کے بغیر اس فعل کی ادائیگی ذمہ میں لازم نہیں ہوتی، اور اس کو بجالانے اور ادا کرنے کا انسان کو امر نہیں ہوتا اور شرط اداء کے بغیر اس فعل کی ادائیگی صحیح نہیں کہلاتی، جس سے معلوم ہوا کہ اداء کا اصل تعلق فعل کے ساتھ ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

تَقْدِيمُ الْمُسَبِّبِ عَلَى السَّبَبِ، وَهُوَ فَاسِدٌ (البحر الرائق، ج ۴، ص ۳۰۷، کتاب الایمان)  
وقدم الأوقات؛ لأنها الأسباب وهي مقدمة على المسببات (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۶۷، کتاب الصلاة)

المسبب لا يوجد بدون السبب (البنایة، ج ۵، ص ۱۴۹، کتاب النکاح، باب المهر)  
وبدون تقرر السبب لا يثبت الوجوب (المبسوط، لشمس الأئمة السرخسی، ج ۳، ص ۱۰۵، باب صدقة الفطر)

لا خلاف فی أن وجوب الأداء لا يتقدم على نفس الوجوب (شرح التلویح علی التوضیح، ج ۱، ص ۳۹۶، الباب الثانی، فصل المأمور به)

فإذا ثبت تقرر السبب ثبت صحة الاداء (أصول السرخسی، ج ۲، ص ۲۷۹، فصل: فی بیان فساد الوضع)  
والشروط تكون مقدمة على المشروط له (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، ج ۱، ص ۲۲۰، باب صلاة الجمعة)

الأصل فی السبب هو الاتصال بالمسبب كما فی شرح المنار لابن نجیم (رد المحتار، ج ۱، ص ۳۵۶، کتاب الصلاة)

ان الاصل ان كل مسبب متصل بسببه، فان ادیت الصلاة فی اول الوقت يكون الجزء السابق على التحريم، وهو الجزء الذى لا يتجزأ سببا لوجوب الصلاة (نور الانوار، ص ۵۷، مبحث الامر، كون الامر المقيد اربعة انواع)

فالأضحية اسم لحيوان مخصوص..... يذبح بنية القرية فى يوم مخصوص وهو يوم الأضحى عند وجود شرائطها وسببها (فتح القدير، ج ۹، ص ۵۰۵، کتاب الاضحية)

والشرط يكون سابقا على المشروط (تبیین الحقائق، ج ۲، ص ۲۰۳)

المشروط يجامع الشرط ولا يوجد بدونه والشرط يكون سابقا على المشروط، وكذا الظرف يكون سابقا على المظروف (درر الحکام شرح غرر الأحكام، ج ۱، ص ۳۶۳، کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق)

وما يثبت شرطا لحكم شرعى يكون مقدما عليه ضرورة تقدم الشرط على المشروط (التقرير والتحرير فى علم الأصول، ج ۱، ص ۲۱۱، مسألة الأكثر إذ تعلق)

الشَّرْطُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْمَشْرُوطِ لَا مَحَالَةَ (كشف الاسرار، ج ۱۲۳، باب حروف المعاني)

لَا بُدَّ مِنْ تَقَدُّمِ الشَّرْطِ عَلَى الْمَشْرُوطِ تَحْقِيقًا (ايضاً، ج ۲، ص ۲۳۶، باب وجوه الوقف على احكام النظم)  
الشَّرْطُ لَا بُدَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ سَابِقًا عَلَى الْمَشْرُوطِ (كشف الاسرار، ج ۴، ص ۲۱۹، باب تَقْسِيمِ الشَّرْطِ)



اور شرط اداء و شرط وجوب کے درمیان عام خاص من وجہ کی نسبت ہے، نہ کہ تلازم کی۔ ۱۔  
اب تک کی گفتگو سے مندرجہ ذیل چند اصولی باتیں معلوم ہوئیں:

(۱)..... جو چیز قربانی کے نفس وجوب کا سبب ہوگی، اس کا تعلق مکلف کے ذمہ سے ہوگا۔ ۲۔

۱۔ اسی وجہ سے اگر کسی پر قربانی واجب نہ ہو، بوجہ شرط وجوب (مثلاً غناء) نہ پائے جانے کے، مگر وہ سبب وجوب کے بعد قربانی ادا کرے، تو جائز ہے۔

والفرق أن الأداء لا يصح بانتفاء شروطه ويصح بانتفاء شروط الوجوب (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۱۳۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

وشرائط الوجوب هي ما إذا اجتمعت وجبت الطهارة على شخص. وشرائط الصحة ما لا تصح الطهارة إلا بها، ولا تلازم بين النوعين بل بينهما عموم وجهي (رد المحتار على الدر المختار، ج ۱ ص ۸۶، كتاب الطهارة)

والفرق بين هذه الشروط وتلك الشرائط، أن شرائط الوجوب إذا انعدم كلها أو بعضها لم يصح الوجوب، لكن لو أدى يصح الأداء، وشرائط الأداء إذا فقدت لم يصح الأداء مطلقاً (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، باب صلاة الجمعة)

قال صدر الإسلام أبو اليسر: نفس الوجوب اشتغال الذمة بالواجب كالصبي إذا أنلف مال إنسان يشتغل ذمته بوجوب القيمة ولا يجب عليه الأداء بل يجب على وليه وكذا القصاص يجب على القتيل ولا يجب عليه أداء الواجب وهو القصاص وإنما يجب عليه تسليم النفس إذا طلب من له القصاص بتسليم النفس لاستيفاء القصاص، ثم قال الوجوب أمر حكمي والأمر الحكمي يعرف بالحكم وحكمه أنه إذا أدى ما في ذمته يقع واجبا. قوله (وأفاد صحة الأداء)؛ لأن الوجوب لما ثبت كان جواز الأداء من ضروراته على ما عليه عامة الفقهاء والمتكلمين فإن الوجوب يفيد جواز الأداء عندهم، لكنه أي لكن السبب أو نفس الوجوب لا يوجب الأداء للحال، وقوله؛ لأن الوجوب يجوز أن يكون دليلاً على قوله لا يوجب الأداء للحال (كشف الاسرار، ج ۱ ص ۲۱۵، باب تقسيم المأمور به في حكم الوقت)

ومن حكمه أن التأخير عن الوقت يوجب الفوات للذهاب شرط الاداء (أصول البزدوى مع شرحه كشف الاسرار، ج ۱ ص ۲۲۹، باب تقسيم المأمور به في حكم الوقت)

فالاداء إنما يتحقق في الوقت والتأخير عنه يكون تفويتاً، ومعلوم أن الاداء بآركان يتحقق من المؤدى قبل خروج الوقت، فعرّفنا أن خروج الوقت مفوت باعتبار أنه يفوت به شرط الاداء. وبیان أنه سبب للوجوب أنه لا يجوز تعجيلها قبله، وأن الواجب تختلف صفته باختلاف الاوقات، فهذا علامة كون الوقت سبباً لوجوبها (أصول السرخسی، ج ۱ ص ۳۰۰، فصل: فی بیان موجب الامر فی حکم الوقت)

۲۔ وَالْفَرْقُ بَيْنَ نَفْسِ الْوُجُوبِ وَوُجُوبِ الْأَدَاءِ أَنَّ الْأَوَّلَ هُوَ اشْتِغَالُ ذِمَّةِ الْمُكَلَّفِ بِالشَّيْءِ، وَالثَّانِي هُوَ لَزُومُ تَفْرِيعِ الذِّمَّةِ عَمَّا تَعَلَّقَ بِهَا فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ سَبَبٍ حَقٍّ فِي ذِمَّتِهِ (التوضيح في حل غوامض التنقيح مع شرح التلويح ج ۱ ص ۳۹۲، الباب الثاني، فصل المأمور به نوعان مطلق ومؤقت، لعبيد

الله بن مسعود المحبوبي البخاري الحنفی)

(۲)..... جو چیز قربانی کے نفس وجوب کا سبب ہوگی، اس سے ذمہ میں نفس وجوب ثابت ہوگا، لیکن صرف اس کے پائے جانے پر قربانی کی ادائیگی واجب ولازم نہ ہوگی۔ ۱

(۳)..... جو چیز قربانی کے نفس وجوب کا سبب ہوگی، اس کا قربانی کے فعل اداء (یعنی اراقتہ دم) سے تقدّم و اتصال ضروری ہوگا۔ ۲

(۴)..... جو چیز قربانی کے واجب ہونے کی شرط ہوگی، اس کے پائے جانے پر قربانی کی ادائیگی واجب ہو جائے گی۔ ۳

(۵)..... جو چیز قربانی کی شرط اداء ہوگی، اس کے بغیر قربانی بشکل اراقتہ دم ادائیگی درست و صحیح نہیں کہلائے گی۔ ۴

(۶)..... اگر قربانی کا اپنے وقت میں اراقتہ دم کی شکل میں ادا کرنا نہیں پایا گیا، تو وہ ادا نہیں رہے گی، بلکہ قضاء ہو جائے گی، اور اراقتہ دم سے تصدق بن جائے گی۔ ۵

۱ لَكِنَّ السَّبَبَ أَوْ نَفْسَ الْوُجُوبِ لَا يُوجِبُ الْأَدَاءَ لِلْحَالِ (كشف الأسرار، ج ۲، ص ۳۰۶، باب العزيمة والرخصة)

۲ فإذا ثبت تقرر السبب ثبت صحة الاداء (أصول السرخسی، ج ۲، ص ۲۷۹، فصل: فی بیان فساد الوضع)

المسبب لا يوجد بدون السبب (البنایة شرح الهدایة، ج ۵، ص ۱۴۹، کتاب النکاح، باب المهر) الأصل فی السبب هو الاتصال بالمسبب كما فی شرح المنار لابن نجیم (رد المختار، ج ۱، ص ۳۵۶، کتاب الصلاة)

۳ و شرائط الوجوب هی ما إذا اجتمعت وجبت (رد المختار علی الدر المختار، ج ۱ ص ۸۶، کتاب الطهارة)

۴ الأداء لا یصح بانتفاء شروطه (رد المختار علی الدر المختار، ج ۲ ص ۱۳۷، کتاب الصلاة، باب الجمعة)

۵ إراقة الدم غیر معقول المعنی فلا تكون قربة إلا فی وقتها . وإذا مضى وقتها لا تسقط أيضا وإنما ینتقل إلى التصدق (تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۳۱۱، باب صدقة الفطر) ویتصدق بالکل فیتصدق بفضل ما بین المذبوح و غیر المذبوح؛ لأنه لو وقع فی غیر وقته لا ینخرج عن العهدة إلا بذلك، کذا فی محیط السرخسی (الفتاوی الهندیة، ج ۵ ص ۲۹۵، کتاب بقیة حاشیاء گلے صفی پر ملاحظہ فرمائیں ﴿

آگے ان امور کی فقہائے کرام کی تصریحات و عبارات کی روشنی میں تحقیق پیش کی جاتی ہے۔

## قربانی کے سبب وجوب کی تحقیق

قربانی کا سبب وجوب وقت ہے، جس کا آغاز یوم النحر کی طلوع فجر سے ہو جاتا ہے، اور بارہ ذی الحجہ کے غروب پر اس کا اختتام ہو جاتا ہے۔

چنانچہ امام کا سانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا وَقْتُ الْوُجُوبِ فَأَيَّامُ النَّحْرِ فَلَا تَجِبُ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَاتِ الْمُؤَقَّتَةَ لَا تَجِبُ قَبْلَ أَوْقَاتِهَا كَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَنَحْوِهِمَا، وَأَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ: يَوْمُ الْأَضْحَى - وَهُوَ الْيَوْمُ الْعَاشِرُ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ - وَالْحَادِي عَشَرَ، وَالثَّانِي عَشَرَ وَذَلِكَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنَ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ مِنَ الثَّانِي عَشَرَ..... فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ مِنَ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فَقَدْ دَخَلَ وَقْتُ الْوُجُوبِ فَتَجِبُ عِنْدَ اسْتِجْمَاعِ شَرَايِطِ الْوُجُوبِ، ثُمَّ لِحَوَازِ الْأَدَاءِ بَعْدَ ذَلِكَ شَرَايِطُ أُخْرَى نَذَرُهَا فِي مَوْضِعِهَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فَإِنْ وُجِدَتْ يَجُوزُ وَإِلَّا فَلَا، كَمَا تَجِبُ الصَّلَاةُ بِدُخُولِ وَقْتِهَا ثُمَّ إِنْ وُجِدَتْ شَرَايِطُ جَوَازِ أَدَائِهَا جَازَتْ وَإِلَّا فَلَا (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۵، ص ۲۵،

کتاب التضحیۃ، فصل فی وقت وجوب الاضحیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأضحیۃ، الباب الثالث فی وقت الاضحیۃ

إِذَا قَدْ لَمْ تُعْرِفْ قُرْبَةً فِي غَيْرِ هَذِهِ الْأَيَّامِ (التوضیح مع شرحہ التلویح، ج ۱، ص ۳۲۰، فصل الإتيان بالمأمور به نوعان)

فَإِذَا ذَهَبَ وَقْتُ التَّضَحِّيَةِ وَجَبَ التَّمْلِيكُ بِالشَّاةِ أَوْ الْقَيْمَةِ (كشف الأسرار، ج ۱، ص ۱۵۶)

ولا يصح الاداء قبل دخول الوقت ويفوت بفوته، فيكون شرطاً (نور الانوار، ص ۵۷، مبحث الامر،

كون الامر بالمقيد اربعة انواع)

ترجمہ: اور قربانی کا وقت وجوب ایام نحر ہیں، پس قربانی وقت داخل ہونے سے پہلے واجب نہیں ہوتی، اس لئے کہ واجبات موقتہ اپنے اوقات سے پہلے واجب نہیں ہوا کرتے، جیسا کہ نماز اور روزہ وغیرہما۔

اور ایام نحر تین ہیں، ایک عید الاضحیٰ کا دن، جو کہ ذی الحجہ کا دسواں دن ہے؛ اور گیارہ ذی الحجہ اور بارہ ذی الحجہ۔

اور یہ وقت وجوب پہلے دن کے طلوع فجر سے شروع ہو کر بارہ ذی الحجہ کے غروب شمس تک جاری رہتا ہے۔

پس جب پہلے دن کی فجر طلوع ہو جائے گی تو وقت وجوب داخل ہو جائے گا، پھر تمام شرائط وجوب پائے جانے پر قربانی واجب ہو جائے گی۔ ۱۔

پھر اس (وقت وجوب اور شرائط وجوب کے پائے جانے) کے بعد قربانی کی ادائیگی جائز ہونے کے لئے دیگر شرائط ہیں، جن کا ہم اپنے موقع پر ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے، پھر اگر وہ (قربانی کی ادائیگی جائز ہونے کی شرائط) بھی پائی جائیں، تو قربانی جائز ہوگی، ورنہ جائز نہیں ہوگی۔

جیسا کہ نماز وقت داخل ہونے سے واجب ہوتی ہے، پھر اگر اُس کی ادائیگی کے جائز ہونے کی شرائط پائی جائیں تو نماز جائز ہوتی ہے، ورنہ جائز نہیں ہوتی (ترجمہ ختم)

امام کا سانی رحمہ اللہ کی مذکورہ جامع عبارت سے جہاں ایک طرف قربانی کے لئے وقت کا سبب وجوب ہونا معلوم ہوا، اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف سبب وجوب کے پائے جانے پر قربانی کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی، بلکہ وجوب اداء کے لئے سبب وجوب کے بعد

۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت وجوب سے سبب وجوب مراد ہے، کیونکہ آگے قربانی کے واجب ہونے کو شرائط وجوب پر معلق کیا گیا ہے، نیز سبب وجوب یعنی وقت داخل ہونے کے بعد ہی شرائط وجوب کا مؤثر و معتبر ہونا بھی اس عبارت سے واضح ہے۔

شرائط وجوب کا پایا جاسوری ہے، لیکن پھر قربانی کی ادائیگی درست و جائز ہونے کے لئے صرف سبب وجوب اور شرائط وجوب کا پایا جانا کافی نہیں، بلکہ اس کے بعد شرائط جوازِ اداء کا پایا جانا بھی ضروری ہے، جیسا کہ نماز کے وقت کا حکم ہے۔

امام کا سنی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ہی قربانی کی شرائط وجوب اور شرائط اداء و جواز پر کلام آگے آتا ہے۔

اور وقت وجوب سے مراد سبب وجوب یا نفس وجوب کا سبب ہی ہے، کیونکہ وقت کا سبب وجوب ہونا فقہائے محققین کے درمیان مسلمہ مسئلہ ہے، جیسا کہ نماز کے وقت کا معاملہ ہے۔ فقہائے کرام عام طور پر اختصار کے پیش نظر سبب وجوب کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں، مگر مراد اس سے نفس وجوب ہی کا سبب ہوا کرتا ہے، کیونکہ سبب کے ذریعہ سے، نفس وجوب ہی ثابت ہوا کرتا ہے، نہ کہ وجوب اداء۔ ۱

۱ فاما الصلاة فواجبة بإيجاب الله تعالى بلا شبهة، وسبب وجوبها في الظاهر هو الوقت في حقنا وأمرنا بأدائها بقوله تعالى: (أقم الصلاة لدلوك الشمس) أي لوجوبها بدلوک الشمس، والدليل عليه أنها تنسب إلى الوقت شرعا، فيقال فرض الوقت وصلاة الفجر والظهر، وإنما يضاف الواجب إلى سببه، وكذلك يتكرر الوجوب بتكرر الوقت، والخطاب لا يوجب التكرار وهي لا تضاف إلى الخطاب شرعا وليس هنا سوى الوقت والخطاب، فتبين بهذا أن الوقت هو السبب ولهذا لا يجوز تعجيلها قبل الوقت ويجوز بعد دخول الوقت مع تأخير لزوم الاداء بالخطاب إلى آخر الوقت..... ولكن لما انعدمت الاهلية عند وجود السبب لم يثبت الوجوب في حقه، فلما وجدت الاهلية في الفصل الاول ثبت الوجوب، ومن باع بضمن مؤجل فالضمن يجب بنفس العقد والخطاب بالاداء متأخر إلى مضي الاجل فهذا مثله (أصول السرخسی، ج ۱ ص ۱۰۲، ۱۰۳)

نفس الوجوب الذى مناطه وجود السبب (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۳۵۷، باب صدقة الفطر)

لَا يَثْبُتُ بِالسَّبَبِ إِلَّا نَفْسُ الْوُجُوبِ (كشف الأسرار، ج ۱، ص ۱۳۹، باب الامن)

أَنَّ نَفْسَ الْوُجُوبِ بِالسَّبَبِ وَوُجُوبُ الْأَدَاءِ بِالْخِطَابِ إجماعُهُمْ (كشف الأسرار، ج ۲، ص ۳۴۲، باب بيان أسباب الشرائع)

سبب الوجوب آخر الوقت إن لم يؤد قبله فالمراد بوجوبها أول الوقت الوجوب الموسع وهذا سبب نفس الوجوب (حاشية الشرنبلالی، علی درر الحکام شرح غرر الأحکام، ج ۱، ص ۵۰، کتاب الصلاة)



اور علامہ شامی رحمہ اللہ درمختار کے قول ”وَسَبَّهَا الْوَقْتُ“ کے ضمن میں صاحب نہایہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

ثُمَّ حَقَّقَ أَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْوَقْتُ لِأَنَّ السَّبَبَ إِنَّمَا يُعْرَفُ بِنِسْبَةِ الْحُكْمِ إِلَيْهِ وَتَعَلُّقِهِ بِهِ إِذَا الْأَصْلُ فِي إِضَافَةِ الشَّيْءِ إِلَى الشَّيْءِ أَنْ يَكُونَ سَبَبًا وَكَذَا إِذَا لَازِمَهُ فَتَكَرَّرَ بِتَكَرُّرِهِ، وَقَدْ تَكَرَّرَ وَجُوبُ الْأُضْحِيَّةِ بِتَكَرُّرِ الْوَقْتِ وَهُوَ ظَاهِرٌ وَوُجِدَتْ الْإِضَافَةُ فَإِنَّهُ يُقَالُ يَوْمُ الْأُضْحَى كَمَا يُقَالُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ أَوْ الْعِيدِ وَإِنْ كَانَ الْأَصْلُ إِضَافَةُ الْحُكْمِ إِلَى سَبَبِهِ كَصَلَاةِ الظُّهْرِ، لَكِنْ قَدْ يَعْكُسُ كَيَوْمِ الْجُمُعَةِ. وَالِدَّلِيلُ عَلَى سَبَبِيَّةِ الْوَقْتِ اِمْتِنَاعُ التَّقْدِيمِ عَلَيْهِ كَامْتِنَاعِ تَقْدِيمِ الصَّلَاةِ، وَإِنَّمَا لَمْ تَجِبْ عَلَى الْفَقْدِ (لعله الفقير. ناقل) لِفَقْدِ الشَّرْطِ وَهُوَ الْغِنَى وَإِنْ وَجَدَ السَّبَبُ اهـ وَتَبَعَهُ فِي الْعِنَايَةِ وَالْمِعْرَاجِ (رد المحتار على الدر المختار، ج ۶ ص ۳۱۲، ۳۱۳، كتاب الاضحية، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: پھر (صاحب نہایہ نے) اس بات کو محقق کیا ہے کہ قربانی کا سبب وقت ہے، اس لئے کہ سبب اُس کی طرف حکم کی نسبت اور اُس کے ساتھ تعلق کی وجہ سے

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

فیثبت نفس الوجوب بناء على السبب (التوضيح مع شرحه التلويح، ج ۱، ص ۲۸۴)  
یثبت اى نفس الوجوب بالسبب (التوضيح مع شرحه التلويح، ج ۱، ص ۳۸۰)  
لما بین أن الوقت سبب للوجوب أراد أن یبین أن المراد بالوجوب نفس الوجوب لا وجوب الأداء، سبب لنفس الوجوب لأن سببها الحقیقی الإیجاب القدیم وهو رتب الحكم على شیء ظاهر فكان هذا اى الشیء الظاهر وهو الوقت سببا لها اى لنفس الوجوب بالنسبة (إینا) (التوضيح مع شرحه التلويح، ج ۱، ص ۳۹۱، ۳۹۲)

ان عبارات کی روشنی میں یہ سمجھنا بھی مشکل نہ رہا کہ موجودہ دور کے بعض لوگوں کا سبب وجوب سے، نفس وجوب کے بجائے، وجوبِ اداء مراد لینا، یا اس کا تعلق مکلف کے ذمہ کے بجائے فعلِ اداء سے جو نادرست نہیں۔

پہچانا جاتا ہے، کیونکہ کسی چیز کی دوسری چیز کی طرف اضافت میں اصل یہ ہے کہ وہ اس کا سبب ہو، اور اسی طریقے سے جب وہ اُس کو ملازم (وملاق) ہو، تو وہ اس کے مکرر ہونے سے مکرر ہوتا ہے، اور قربانی کا وجوب وقت کے مکرر ہونے سے مکرر ہوتا ہے، جو کہ ظاہر ہے، اور اضافت بھی پائی جاتی ہے، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ یوم الاضحیٰ اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یوم الجمعة اور یوم العید، اگرچہ اصل حکم کی اضافت اُس کے سبب کی طرف ہونا ہے، جیسا کہ صلاۃ الظهر، لیکن بہت مرتبہ اس کے برعکس بھی ہوتا ہے جیسے یوم الجمعة۔

اور وقت کے سبب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قربانی کو وقت پر مقدم کرنا ممنوع ہے، جیسا کہ نماز کو وقت پر مقدم کرنا ممنوع ہے، اور فقیر پر (قربانی) شرط وجوب کے نہ پائے جانے کی وجہ سے واجب نہیں ہوتی، جو کہ غنی ہے؛ اگرچہ سبب (یعنی وقت) کیوں نہ پایا جائے، اور عنائیہ اور معراج میں بھی نہایت کی ہی اتباع کی ہے (ترجمہ ختم) اور فتح القدیر میں وقت کا سبب وجوب اضحیہ اور غناء کا شرط وجوب ہونا بیان کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی غناء کے سبب وجوب ہونے کی نفی کی گئی ہے، کیونکہ اس میں اضافت نہیں پائی جاتی، جیسا کہ وقت میں اضافت پائی جاتی ہے۔

چنانچہ یوم الاضحیٰ تو کہا جاتا ہے لیکن اضحیٰ المال یا مال الاضحیہ نہیں کہا جاتا۔ ۱۔

اور صاحب بنابیہ نے بھی وقت کو سبب وجوب قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ ”ولا نزاع فی أن

۱۔ فاقول وبالله التوفيق: إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنى شرط الوجوب، وإنما قلنا ذلك لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به، إذ الأصل في إضافة الشيء إلى الشيء أن يكون حادثاً به سبباً، وكذا إذا لازمه فتكرر بتكرره كما عرف ثم هانئا تكرر وجوب الأضحية بتكرر الوقت ظاهر، وكذلك الإضافة فإنه يقال يوم الأضحية كما يقال يوم الجمعة ويوم العید، وإن كان الأصل هو إضافة الحكم إلى سببه كما في صلاة الظهر، ولكن قد يضاف السبب إلى حكمه كما في يوم الجمعة، ومثل هذه الإضافة في الأضحية لم توجد في حق المال؛ ألا يرى أنه لا يقال أضحية المال ولا مال الأضحية فلا يكون المال سببها انتهى (فتح القدیر، ج ۹ ص ۵۰۶، کتاب الاضحية)

سببہ ذلک، یعنی وقت کے سبب وجوب اضحیہ ہونے میں کوئی نزاع نہیں۔ ۱۔  
اور صاحب عنایہ نے بھی یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

اور وقت کو سبب قرار دیے جانے پر جو یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ اگر وقت سبب ہو تو فقیر پر بھی تحقق سبب کی وجہ سے قربانی واجب ہونی چاہئے؟

اس کے جواب میں صاحب عنایہ نے فرمایا کہ غناء شرط وجوب ہے، جس کے نہ پائے جانے کی صورت میں قربانی واجب ہونے کا شبہ درست نہیں، اور عمل کی ادائیگی تب واجب ہوتی ہے، جبکہ سبب وجوب کے بعد شرط وجوب بھی پائی جائے۔ ۲۔

۱۔ وسببها الوقت وهو أيام النحر، لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه. وتعلقت به إذ الأصل في إضافة الشيء إلى الشيء أن يكون سببا، وكذا الأزمنة فيتكرر بتكرره كما عرف في الأصول، ثم الأضحية تكررت بتكرر الوقت، وهو ظاهر، وقد أضيف المسبب إلى حكمه فقال: يوم الأضحى، فكان كقولهم يوم الجمعة ويوم العيد ولا نزاع في أن سببه ذلك، ومما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة عليها. فإن قلت: لو كان الوقت سببا لوجب على الفقير؟ قلت: الغنى شرط الوجوب (البنية شرح الهداية مج ۲ ص ۳، كتاب الأضحية) ۲۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

وسببها الوقت وهو أيام النحر، لأن السبب إنما يعرف بنسبة الحكم إليه وتعلقه به، إذ الأصل في إضافة الشيء إلى الشيء أن يكون سببا، وكذا إذا لازمه فتكرر بتكرره كما عرف في الأصول.

ثم إن الأضحية تكررت بتكرر الوقت وهو ظاهر، وقد أضيف السبب إلى حكمه. يقال يوم الأضحى فكان كقولهم يوم الجمعة ويوم العيد، ولا نزاع في سببية ذلك، ومما يدل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة على وقتها، لا يقال: لو كان الوقت سببا لوجب على الفقير لتحقيق السبب، لأن الغنى شرط الوجوب والفرض عدمه، وهي واجبة بالقدرية الممكنة بدليل أن الموسر إذا اشترى شاة للأضحية في أول يوم النحر ولم يضح حتى مضت أيام النحر ثم أفاته كان عليه أن يتصدق بعينها أو بقيمتها ولا تسقط عنه الأضحية، فلو كانت بالقدرية الميسرة لكان دوامها شرطا كما في الزكاة والعشر والخراج حيث تسقط بهلاك النصاب والخراج واصطلام الزرع آفة. لا يقال: أدنى ما يتمكن به المرء من إقامتها تملك قيمة ما يصلح للأضحية ولم تجب إلا بملك النصاب فدل أن وجوبها بالقدرية الميسرة، لأن اشتراط النصاب لا ينافي وجوبها بالممكنة كما في صدقة الفطر، وهذا لأنها وظيفة مالية نظرا ﴿بقيہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے، اس لئے قربانی کو وقت پر مقدم کرنا ممنوع ہے ”لا متناع تقدم المسبب على السبب“ نیز وقت سے پہلے قربانی سرے سے ذمہ میں واجب ہی نہیں ہوتی، اور سبب وجوب کے بعد ہی ذمہ میں واجب ہوتی اور اس کا کرنا جائز ہوتا ہے، اور اگر شرائط وجوب بھی پائی جائیں تو اس کی ادائیگی ذمہ میں واجب و لازم ہو جاتی ہے۔ پھر قربانی کی ادائیگی (جو کہ رکن ذبح کے صحیح تحقق سے ہوتی ہے) کے درست ہونے کے لئے بھی کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، جن میں خود وقت بھی داخل ہے، جس پر کلام آگے آتا ہے۔ ۱

### ﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى شرطها وهو الحرية فيشترط فيها الغنى كما في صدقة الفطر لا يقال: لو كان كذلك لوجب التملك وليس كذلك، لأن القرب المالية قد تحصل بالإتلاف كالإعتاق، والمضحي إن تصدق باللحم فقد حصل النوعان: أعني التملك والإتلاف بإراقة الدم، وإن لم يتصدق حصل الأخير. وأما حكمها فالخروج عن عهدة الواجب في الدنيا والوصول إلى الثواب بفضل الله تعالى في العقبى (العناية شرح الهداية، ج ۹ ص ۵۰۵، كتاب الأضحية)

۱۔ فیذا ادى قبل ذلك الوقت كان مؤديا قبل وجود سبب الوجوب فلهذا لا يجوز (المبسوط للسرخسی، ج ۳ ص ۱۳۱، كتاب نواذر الصوم) والأداء بعد تقرر سبب الوجوب جائز كالمسافر إذا صام في رمضان والرجل إذا صلى في أول الوقت جاز لوجود سبب الوجوب، وإن كان الوجوب متأخرا (المبسوط للسرخسی، ج ۱ ص ۷۷۲، كتاب الزكاة)

الأداء بعد تقرر الوجوب جائز كالمسافر إذا صام رمضان والرجل إذا صلى في أول الوقت جائز لوجود سبب الوجوب (البنية شرح الهداية، ج ۳ ص ۳۶۵، كتاب الزكاة، حكم تقديم الزكاة على الحول) قوله (وأفاد صحة الأداء)؛ لأن الوجوب لما ثبت كان جواز الأداء من ضروراته على ما عليه عامة الفقهاء والمتكلمين فإن الوجوب يفيد جواز الأداء عندهم، لكنه أى لكن السبب أو نفس الوجوب لا يوجب الأداء للحال (كشف الاسرار، ج ۱ ص ۲۱۵، باب تقسيم المأمور به في حكم الوقت، النوع الاول)

نفس الوجوب في الذمة بوجود السبب ووجوب الأداء بالمطالبة فإذا وجب عليه لا يطالب بالأداء إلا إذا كان قادرا عليه (تبين الحقائق، ج ۱ ص ۳۳۰، كتاب الصوم، فصل في العوارض) واعلم أن الوقت كما هو شرط لأداء الصلاة فهو سبب لوجوبها فلا تجب بدونه (منية المصلى وغنية المبتدى، ج ۱ ص ۱۳۷)

جیسا کہ زکاۃ کا سبب وجوب ”نصاب“ ہے، اس لئے نصاب کے بعد حولانِ حول (جو کہ شرط وجوب ہے) سے پہلے زکاۃ دینا جائز ہے، اگرچہ اس پر اداء کرنا ابھی واجب نہیں ہے، مگر سبب وجوب یعنی نصاب سے پہلے زکاۃ جائز و معتبر نہیں، کیونکہ سبب وجوب نہیں پایا گیا، اور سبب کا سبب پر تقدم ضروری ہے۔ ۱

ملحوظ رہے کہ بعض مشائخ متقدمین نے عبادت کے وجوب کا سبب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مبذول یا ایجاب قدیم کا ہونا بیان کیا ہے؛ لیکن وقت کو سبب وجوب ماننے سے اس کا تعارض و انکار لازم نہیں آتا، کیونکہ یہ سبب وجوب بندوں کے حق میں ظاہر کے اعتبار سے ہے، جو کہ اللہ کی نعمتوں کے مبذول اور ایجاب قدیم کے قائم مقام ہے۔ ۲

۱۔ ویجوز تعجيل الزكاة قبل الحول إذا ملك نصاباً عندنا؛ لأنه أدى بعد وجود سبب الوجوب؛ لأن سبب الوجوب نصاب نام؛ فإن نظرنا إلى النصاب فالنصاب قد وجد؛ وإن نظرنا إلى النماء فقد وجد أيضاً؛ لأن العبرة لسبب النماء وهو الإسماء أو التجارة لا لنفس النماء، وقد وجد سبب النماء. بخلاف ما إذا عجل قبل كمال النصاب؛ لأنه أدى قبل وجود سبب الوجوب (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲، ص ۲۶۷، كتاب الزكاة، الفصل السادس في تعجيل الزكاة) إن سلمنا أنه لا وجوب قبل الحول لكن سبب الوجوب موجود وهو ملك النصاب ويجوز أداء العبادة قبل الوجوب بعد وجود سبب الوجوب كأداء الكفارة بعد الجرح قبل الموت، وسواء عجل عن نصاب واحد، أو اثنين، أو أكثر من ذلك مما يستفيدة في السنة عند أصحابنا الثلاثة (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۵۱، كتاب الزكاة)

حاصلہ ان ہا هنا امرین، أحدهما نفس الوجوب، وهو كون الشيء واجبا في الذمة، وكونها غير فارغ عنه إلا بالأداء أو الإبراء، وثانيهما: وجوب الأداء وسبب نفس الوجوب هو المال النامي بقيوده المذكورة سابقا، فإذا وجد ذلك اشتغلت ذمة المالك بالزكاة ووجبت عليه، وجوب الأداء إنما يتحقق بحولان الحول، فصحة الأداء متفرعة على وجوب ذلك الشيء في نفسه، فإذا وجد سبب الوجوب صح الأداء، وإن لم يجب بعد، بخلاف ما لم يكن عنده نصاب مطلقاً، فإنها لم تجب حينئذ عليه مطلقاً، فلا يصح أداءها مقدماً.....

والحاصل أن بتحقيق سبب الوجوب يجب الشيء في الذمة فإذا وجد المال النصاب وجبت في الذمة، وتعلقت بالزكاة، وأما وجوب الأداء الموقوف على مطالبة الشارع فهو إنما يتعلق بعد حولان الحول (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج ۳، ص ۱۸۹، كتاب الزكاة)

۲۔ واعلم ان ما ذكره المصنف من بيان الاسباب طريقة المتأخرين، واما المتقدمون من مشائخنا فقالوا سبب وجوب العبادة نعم الله علينا شكرها لها، وحرر ابن نجيم أنه لا مخالفة بينهما. فالمقدمون

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾



## قربانی کا سبب وجوب شہر وغیر شہر میں یکساں ہے

قربانی کا سبب وجوب ہر جگہ (خواہ شہر ہو یا دیہات) دس ذی الحجہ کی طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے، اور بارہ ذی الحجہ کے غروب تک جاری و ممتد ہوتا ہے۔

اور شہر میں عید کی نماز ہونا ایک اضافی شرط اداء ہے (جیسا کہ صاحب بدائع کے حوالے سے بتصریح آگے آتا ہے) پس شہر میں عید کی نماز سے پہلے قربانی کا جائز نہ ہونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ ابھی تک قربانی کا وقت یا سبب وجوب شروع نہیں ہوا، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ شہر کے حق میں شریعت کی طرف سے ایک اضافی درجہ کی مقرر کردہ شرط ادا نہیں پائی گئی۔

اور بعض اہل علم نے شہر کے حق میں جو عید کی نماز کے ہونے کو سبب وجوب یا اول وقت وجوب سمجھا ہے، یہ تسامح اور غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ۱

### ﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ارادوا الاسباب الحقيقية والمتأخرون الاسباب الظاهرة (شرح المنار للعلامة الشامي في اصول الفقه، ص ۱۷۶، قبیل باب بیان اقسام السنۃ)

وسبب وجوبها فی الظاهر فی حقنا الوقت الذی تنسب وجوبها الیه (أصول البزدوی، ج ۱، ص ۱۴۷، باب بیان اسباب الشرائع)

فنفس الوجوب سببه الحقيقي هو الایجاب القديم، وسببه الظاهري، وهو الوقت اقيم مقامه (نور الانوار، ص ۵۷، مبحث الامر، كون الامر المقيد اربعة انواع)

۱۔ ثم اول وقت الاضحیۃ عند طلوع الفجر الثانی من يوم النحر إلا أن فی حق أهل الأمصار يشترط تقديم الصلاة على الاضحیۃ. فمن ضحى قبل الصلاة فی المصر لا تجزئه لعدم الشرط لا لعدم الوقت، ولهذا جازت التضحیۃ فی القرى بعد انشقاق الفجر ودخول الوقت لا يختلف فی حق أهل الأمصار والقرى إنما يختلفون فی وجوب الصلاة فلیس على أهل القرى صلاة العید، وإنما عرفنا هذا فی حق أهل الأمصار بحديث البراء بن عازب -رضی الله تعالی عنه (المبسوط لشمس الأئمة السرخسی، ج ۲، ص ۱۰، باب الاضحیۃ)

(قوله: فإن اول وقت التضحیۃ بعد الصلاة فی حق المصری وبعد طلوع فجر يوم النحر فی حق غیره) فیہ نظر قال شیخ الإسلام فی مبسوطه اول وقت الاضحیۃ عند طلوع الفجر الثانی من يوم النحر إلا أن فی حق أهل الأمصار يشترط تقديم الصلاة على الاضحیۃ فلا تصح قبلها لعدم الشرط لا لعدم الوقت ولهذا جازت التضحیۃ فی القرى بعد انشقاق الفجر، ودخول الوقت لا يختلف فی

﴿بقیہ حاشیہ کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

متعدد فقہائے کرام نے اس علمی تسامح اور غلط فہمی پر متنبہ کیا ہے۔ ۱۔  
علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں ابن کمال کے حوالے سے تاج الشریعہ کی طرف تسامح  
وخطا کو منسوب کیا ہے۔ ۲۔  
مگر علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدر میں اس کے جواب میں فرمایا کہ تاج الشریعہ کے  
کلام میں تسامح اور خطا نہیں پائی جاتی، کیونکہ اُن کی اول وقت سے اول وقتِ اداء مراد ہے،  
نہ کہ اول وقتِ وجوب۔

### ﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حق اهل الأمصار والقرى اهـ. (حاشیة الشرنبلالی علی درر الحکام شرح غرر الأحکام،  
ج ۱ ص ۲۶۸، کتاب الأضحیة، وقت الأضحیة)  
وَهَذَا لِأَنَّ الْعِبَادَةَ لَا يَخْتَلِفُ وَقْتُهَا بِالْمِصْرَ وَعَدَمِهِ كَسَائِرِ الْعِبَادَاتِ. أَمَّا شَرْطُهَا يَجُوزُ أَنْ يَخْتَلِفَ، أَلَا  
تَرَى أَنَّ الظُّهْرَ يَمْنَعُ مَنْ فَعَلَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَلَا يَمْنَعُ ذَلِكَ فِي السَّوَادِ كَذَا  
هَذَا (الاختیار لتعلیل المختار، ج ۵، ص ۱۹، کتاب الأضحیة)  
۱۔ (وقت الأضحیة) لأهل الأمصار والقرى (یدخل بطلوع الفجر من يوم النحر، إلا أنه لا يجوز  
لأهل الأمصار الذبح) فی اليوم الأول (حتى یصلی الإمام صلاة العید) أو ینخرج وقتها بالزوال، لأنه  
یشترط فی حقهم تقدیم صلاة العید علی الأضحیة أو خروج وقتها، فإذا لم یوجد أحدهما لا تجوز  
الأضحیة، لفقد الشرط (فأما أهل السواد) أى القرى (فیذبحون بعد الفجر) لوجود الوقت وعدم  
اشتراط الصلاة لأنه لا صلاة علیهم، وما عبر به بعضهم -من أن أول وقتها بعد صلاة العید إن ذبح  
فی مصر، وبعد طلوع الفجر إن ذبح فی غیره -قال القهستانی: فیه تسامح، إذ التضحیة عبادة لا  
یختص وقتها بالمصر و غیره، بل شرطها، فأول وقتها فی حق المصری والقروی طلوع الفجر، إلا  
أنه شرط لأهل المصر تقدیم الصلاة علیها، فعدم الجواز لفقد الشرط، لا لعدم الوقت كما فی  
المبسوط، وإلیه أشیر فی الهدایة و غیرها، اهـ. ثم المعتبر فی ذلك مكان الأضحیة، حتی لو كانت  
فی السواد والمضحی فی المصر تجوز كما انشق الفجر، وفی العکس لا یجوز إلا بعد الصلاة،  
هدایة (اللباب فی شرح الكتاب، ج ۱، ص ۳۵۰، کتاب الأضحیة)  
۲۔ چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(قوله وأول وقتها بعد الصلاة إلخ) فیه تسامح إذ التضحیة لا یختلف وقتها بالمصری  
و غیره بل شرطها، فأول وقتها فی حق المصری والقروی طلوع الفجر إلا أنه شرط  
للمصری تقدیم الصلاة علیها فعدم الجواز لفقد الشرط لا لعدم الوقت كما فی  
المبسوط وأشیر إلیه فی الهدایة و غیرها قهستانی، وكذا ذکر ابن کمال فی منہیات  
شرحہ أن هذا من المواضع التي أخطأ فيها تاج الشریعة ولم یتنبه له صدر الشریعة (رد  
المحتار علی الدر المختار، ج ۶، ص ۳۱۸، کتاب الأضحیة)

لہذا اول وقت وجوب ان کے نزدیک بھی شہر وغیر شہر میں طلوع فجر یوم النحر ہے، اور شہر میں اول وقت اداء عید کی نماز کا ہونا ہے۔ ۱

۱ چنانچہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

( قوله ووقت الأضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر ، إلا أنه لا يجوز لأهل الأمصار الذبح حتى يصلى الإمام العيد ) قال صاحب النهاية : وهذه العبارة تشير إلى ما ذكره في المبسوط بقوله ومن ضحى قبل الصلاة في المصّر لا يجزيه لعدم الشرط لا لعدم الوقت .

أقول : في هذا إشكال ، لأن الحديثين اللذين ذكرهما المصنف فيما بعد وجعلهما الأصل في هذه المسألة وكذا سائر الأحاديث الواردة في بيان وقت جواز التضحية لا يدل شيء منها على دخول وقت الأضحية بطلوع الفجر من يوم النحر في حق أهل الأمصار ، بل يدل ظاهر كل منها على أن أول وقتها في حق من عليه الصلاة بعد الصلاة فمن أين أخذ دخولها وقتها بطلوع الفجر من يوم النحر في حق أهل الأمصار أيضا ، وعلى تقدير أن يتحقق المأخذ لذلك فالإشكال باق ، لأنه إذ لم تتأد الأضحية بالذبح بعد طلوع الفجر من يوم النحر قبل الصلاة في حق أهل الأمصار بل لم يمكن أداؤها قبل الصلاة في حقهم لعدم تحقق الشرط فما معنى جعل ذلك الوقت قبل الصلاة من يوم النحر وقتا للأضحية في حق أهل الأمصار أيضا ، وما ثمرة ذلك ؟ والظاهر أن ثمرة كون وقت ما وقت الواجب صحة أداء ذلك الواجب في ذلك الوقت ولا أقل من إمكان أدائه فيه فتأمل .

ثم إن صاحب الوقاية قال في تحرير هذه المسألة : وأول وقتها بعد الصلاة إن ذبح في مصر ، وبعد طلوع فجر يوم النحر إن ذبح في غيره ، وآخره قبيل غروب اليوم الثالث انتهى .

ورد عليه صاحب الإصلاح والإيضاح حيث قال في مئته : وأول وقتها بعد طلوع فجر يوم النحر ، وآخره قبيل غروب اليوم الثالث ، وشرط تقديم الصلاة عليها إن ذبح في مصر ، وإن ذبح في غيره لا . وقال فيما نقل عنه في الحاشية : هذا من المواضع التي أخطأ فيها تاج الشريعة حيث زعم أن أول وقتها يختلف بحسب مكان الفعل ولم ينتبه له تاج الشريعة . انتهى كلامه .

أقول : لا خطأ في كلام تاج الشريعة أصلا ، فإن مراده بقوله وأول وقتها أول وقت أدائها لا أول وقت وجوبها ، ولا شك أنه إذا كان تقديم الصلاة عليه شرطا في حق أهل الأمصار كان أول وقت أدائها في حقهم بعد الصلاة ، وإن كان أول وقت وجوبها بعد طلوع الفجر من يوم النحر ويؤيده جدا عبارة الإمام قاضي خان في فتاواه حيث قال : ووقت الأداء لمن كان في المصّر بعد فراغ الإمام عن صلاة العيد انتهى (فتح القدير ،

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جب عید کی نماز کا ہونا صرف شہر کے حق میں ایک اضافی شرط اداء ہے، جس کا تعلق فعل ذبح سے ہے، اور اصل وقت یا سبب وجوب (جو مکلف کے ذمہ کے مشغول ہونے سے عبارت ہے) اس سے پہلے طلوع فجر پر شروع ہو جاتا ہے۔

تو یہ ظاہر ہے کہ اس اضافی شرط اداء کا حکم شہر (یا قصبہ جو کہ حکم شہر ہے) کی حدود تک نافذ ہوگا (کیونکہ عید کی نماز کا حکم شہروں میں ہی ہے) شہر سے باہر گاؤں اور جنگلات میں یہ حکم جاری نہ ہوگا (کیونکہ گاؤں اور جنگل میں عید کی نماز کا حکم نہیں ہے)

اب اگر مضحی (یعنی قربانی کے مالک) اور اضحیہ (یعنی قربانی کے جانور) کا مقام شہر اور گاؤں کے اعتبار سے مختلف ہو، مضحی (یعنی قربانی کا مالک) شہر میں ہو، اور اُس کا اضحیہ (یعنی قربانی کا جانور) گاؤں یا جنگل میں ہو۔

یا مضحی (یعنی قربانی کا مالک) گاؤں یا جنگل میں ہو، اور اس کا اضحیہ (یعنی قربانی کا جانور) شہر میں ہو، تو مفتی یہ قول کے مطابق، قربانی کی اضافی شرط اداء کے لحاظ سے اعتبار اضحیہ (یعنی قربانی کے جانور) کے مقام کا ہوگا، نہ کہ مضحی (یعنی قربانی کے مالک) کے مقام کا۔

پس اگر اضحیہ شہر میں اور مضحی گاؤں میں ہے تو عید کی نماز سے پہلے اس کی قربانی جائز نہ ہوگی، اور اگر اضحیہ گاؤں میں اور مضحی شہر میں ہے تو اس کی قربانی طلوع فجر کے بعد جائز

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

ج ۹ ص ۵۱۱، ۵۱۲، کتاب الاضحیہ

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے جواہل امصار کے حق میں طلوع فجر یوم النحر کے ماخذ نہ ہونے کا اشکال کیا ہے، اس کے جواب میں عرض ہے کہ اس کا ماخذ وہ احادیث و آثار ہیں، جن میں دس ذی الحجہ کو یوم النحر یا یوم الاضحی قرار دیا گیا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ شرعاً یوم کا آغاز طلوع فجر پر ہو جاتا ہے، پس یوم النحر یا یوم الاضحی کے الفاظ یوم کے اطلاق کے ساتھ طلوع فجر کو بھی مستلزم ہوئے۔

البتہ شہر میں عید کی نماز کا ہونا اضافی شرط اداء ہے، جس کا دیگر احادیث سے پتہ چلا۔

اور اگر شہر میں عید کی نماز سے پہلے عدم جواز کی یہ احادیث نہ ہوتیں (جن سے اضافی شرط اداء ثابت ہوئی) تو یوم النحر یا یوم الاضحی اپنے اطلاق کے ساتھ شہر و قریہ اور جنگل سب مقامات کے لئے طلوع فجر کے بعد جواز اداء کو مستلزم ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

ہوگی۔

کیونکہ طلوع فجر کے بعد نفس وجوب شروع ہو جاتا، اور مضحی کے حق میں سبب وجوب متحقق ہو جاتا ہے، اور عید کی نماز ہونے کی شرط اضافی و جزئی شرط اداء ہے، جس کا محل، اضحیہ (یعنی جانور) ہے، اور یہ شرط صرف شہر کی حدود میں جاری ہوتی ہے۔

لہذا اضافی شرط اداء ہونے کی وجہ سے اس میں محل اضحیہ یا مکان اضحیہ کا لحاظ ہوگا، نہ کہ مکان مضحی کا۔ ا

۱۔ (قوله والمعتبر مكان الأضحية إلخ) فلو كانت في السواد والمضحي في المصر جازت قبل الصلاة، وفي العكس لم تجز قهستاني (قوله أن يخرجه) أي يأمر بإخراجها (قوله لخارج المصر) أي إلى ما يباح فيه القصر قهستاني (رد المحتار على الدر المختار، ج ٢، ص ٣١٩، كتاب الأضحية)

قال القدوري: لو أن رجلاً من أهل السواد دخل المصر لصلاة الأضحى، وأمر أهله أن يضحوا عنه؛ جاز أن يذبحوا عنه بعد طلوع الفجر؛ قال محمد رحمه الله: أنظر في هذا إلى موضع الذبح دون المذبح عنه، ولو كان الرجل بالسواد، وأهله بالمصر لم يجز ذبح الأضحية عنه إلا بعد صلاة الإمام، وهكذا روى عن أبي يوسف.

وروى فيها أيضاً: أن الرجل إذا كان في مصر، وأهله في مصر آخر، فكتب إليهم أن يضحوا عنه، فإنه يعتبر مكان الذبيحة، فينبغي أن يضحوا بعد صلاة الإمام في المصر الذي يذبح فيه، وروى عن أبي الحسن أنه قال: لا تجوز التضحية حتى يصلى في المصرين جميعاً احتياطاً، وإذا أراد المصري أن يتعجل اللحم في يوم الأضحى ينبغي أن يأمر بإخراج الأضحية إلى بعض هذه.... فيصح هناك قبل الصلاة، فيجوز اعتباراً لمكان الأضحية (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ٢، ص ٩١، كتاب الأضحية، الفصل الرابع فيما يتعلق بالمكان، والزمان)

وإن كان الرجل في مصر وأهله في مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبي يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة فقال: ينبغي لهم أن لا يضحوا عنه حتى يصلى الإمام الذي فيه أهله، وإن ضحوا عنه قبل أن يصلى لم يجزه، وهو قول محمد -عليه الرحمة..... لأبي يوسف ومحمد رحمهما الله أن القرية في الذبح، والقربات المؤقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها لا في حق المفعول عنه، ويجوز الذبح في أيام النحر نهرها ولياليها؛ وهما ليلتان: ليلة اليوم الثاني وهي ليلة الحادي عشر، وليلة اليوم الثالث وهي ليلة الثاني عشر، ولا يدخل فيها ليلة الأضحى وهي ليلة العاشر من ذي الحجة (بدائع الصنائع، ج ٥، ص ٤٣، ٤٥، كتاب التضحية، فصل في شرائط جواز إقامة الواجب في الأضحية)

رَوَاهُ الْقُدُورِيُّ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَالْمُعْتَبَرُ مَكَانُ الْأَضْحِيَّةِ لِإِمَّاكَانِ الْمَالِكِ كَمَا فِي الزُّكَاةِ. وَعَنِ الْحَسَنِ

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾



اور یہ بات اپنے مقام پر طے ہو چکی ہے کہ قربانی کا وقت نماز کے اوقات کی طرح سبب

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أَنَّهُ اغْتَبِرَ مَكَانَ الْمَالِكِ كَصَدَقَةِ الْفِطْرِ، فَلَوْ كَانَ بِالْمِصْرِ وَأَهْلَهُ بِالسَّوَادِ جَازَ أَنْ يُضْحُوا عَنْهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَبِالْعَكْسِ لَا، وَعِنْدَ الْحَسَنِ خِلَافَ ذَلِكَ (الاختیار لتعلیل المختار، ج ۵، ص ۲۰، کتاب الاضحیہ) وَحِيلَةُ الْمِصْرِيِّ إِذَا أَرَادَ التَّعْجِيلَ أَنْ يَبْعَثَ بِهَا إِلَى خَارِجِ الْمِصْرِ فَيُضْحِي بِهَا كَمَا طَلَعَ الْفَجْرُ، لِأَنَّهَا تُشَبِّهُ الزَّكَاةَ مِنْ حَيْثُ إِنَّهَا تَسْقُطُ بِهَلَاكِ الْمَالِ قَبْلَ مُضِيِّ أَيَّامِ النَّحْرِ كَأَنَّ زَكَاةَ يَهْلِكُ النَّصَابُ فَيُغْتَبَرُ فِي الصَّرْفِ مَكَانَ الْمَحَلِّ لَا مَكَانَ الْفَاعِلِ اغْتِبَارًا بِهَا، بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ (فتح القدير، ج ۹، ص ۵۱۲، کتاب الاضحیہ)

وَأَمَّا شَرَايِطُ أَدَائِهَا فَمِنْهَا الْوَقْتُ فِي حَقِّ الْمِصْرِيِّ بَعْدَ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَالْمُغْتَبَرُ مَكَانَ الْأُضْحِيَّةِ لَا مَكَانَ الْمُضْحِي وَسَبَبُهَا طُلُوعُ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَرُكْنُهَا ذَبْحُ مَا يَجُوزُ ذَبْحُهُ وَسَيَأْتِي الْكَلَامُ فِي صِفَتِهَا (تكملة البحر الرائق للطوري، ج ۸، ص ۱۹۷، کتاب الاضحیہ)

وَالْمُغْتَبَرُ فِي ذَلِكَ مَكَانَ الْأُضْحِيَّةِ حَتَّى لَوْ كَانَتْ فِي السَّوَادِ، وَالْمُضْحِي فِي الْمِصْرِ يَجُوزُ كَمَا انشَقَّ الْفَجْرُ، وَفِي الْعَكْسِ لَا يَجُوزُ إِلَّا بَعْدَ الصَّلَاةِ وَحِيلَةُ الْمِصْرِيِّ إِذَا أَرَادَ التَّعْجِيلَ أَنْ يَبْعَثَ بِهَا إِلَى خَارِجِ الْمِصْرِ فِي مَوْضِعٍ لِلْمَسَافِرِ أَنْ يَقْضَى فَيُضْحِي فِيهِ كَمَا طَلَعَ الْفَجْرُ لِأَنَّ وَقْتُهَا مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ، وَإِنَّمَا أُخْرِجَتْ فِي حَقِّ الْمِصْرِيِّ لِمَا ذَكَرْنَا لِأَنَّهَا تُشَبِّهُ الزَّكَاةَ فَيُغْتَبَرُ فِي الْأَدَاءِ مَكَانَ الْمَحَلِّ وَهُوَ الْمَالِ لَا مَكَانَ الْفَاعِلِ بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ حَيْثُ يُغْتَبَرُ فِيهَا مَكَانَ الْفَاعِلِ لِأَنَّهَا تَتَعَلَّقُ بِالذَّمِّ وَالْمَالِ لَيْسَ بِمَحَلِّ لَهَا (تكملة البحر الرائق للطوري، ج ۸، ص ۲۰۰، کتاب الاضحیہ)

”وَأَمَّا شَرَايِطُ أَدَائِهَا“ اور ”فَيُغْتَبَرُ فِي الْأَدَاءِ مَكَانَ الْمَحَلِّ“ سے معلوم ہوا کہ مکانِ اضحیہ کا اعتبار شرطِ اداء کے اعتبار سے ہے، اور وقت کو شرطِ اداء بیان کرنے کے بعد ”وسببها طلوع فجر يوم النحر“ عبارت سے معلوم ہوا کہ سبب وجوب، اداء سے الگ چیز ہے، جو بہر حال طلوع فجر یوم النحر پر شروع ہو جاتا ہے، اور اداء سبب وجوب سے مؤخر ہوتی ہے، نیز مکانِ اضحیہ کے معتبر ہونے کی نظیر زکاة بیان کی گئی ہے، جس کے صرف و بذل میں مکان محل یعنی مال کا اعتبار کیا گیا ہے، یہ بھی اداء ہی ہے، برخلاف سبب وجوب کے، کہ اگر مرکز صاحبِ نصاب نہیں (اور نصاب زکاة کا سبب ہے) تو زکاة کی ادائیگی یہاں بھی قربانی کی طرح درست نہ ہوگی۔

مگر تعجب ہے کہ اس دور کے بعض اہل علم نے صرف محلِ اضحیہ یا مکانِ اضحیہ کے معتبر ہونے کی مذکورہ عبارات پر نظر مرکوز کر کے شرطِ اداء اور سبب وجوب کے فرق اور فقہائے اصولیین کے پیش کردہ اصولوں کو نظر انداز کر دیا، اور بہر صورت خواہ مضحی کے حق میں سبب وجوب بھی نہ پایا جا رہا ہو، مقامِ اضحیہ کا اعتبار کرتے ہوئے قربانی کو جائز قرار دے دیا۔

جبکہ مضحی کے حق میں سبب وجوب متحقق ہوئے بغیر قربانی کی ادائیگی درست ہونے کی کوئی بھی مستند و معتبر دلیل نہیں، اور فقہائے کرام نے معصوم قریہ کے مذکورہ مسئلہ کے ضمن میں بھی طلوع فجر کے بعد عید کی نماز ہونے نہ ہونے کی شرط تک اپنی بحث کو محدود رکھا، کسی نے بھی طلوع فجر سے قبل کی صورت میں قربانی کو جائز و درست قرار نہیں دیا، اور بعض حضرات کی طرف سے مضحی کے حق میں سبب وجوب کے تحقق سے پہلے، قربانی کے درست ہونے پر جو درود راز کی تاویلات و قیاسات کر کے طویل بحثیں سامنے آئی ہیں، وہ غور کرنے سے مستند اور راجح معلوم نہ ہو سکیں۔ محمد رضوان۔

وجوب اور شرط اداء ہے۔

یہاں تک کہ ایک مقام پر علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بِخِلَافِ الْأُضْحِيَّةِ فَالظَّاهِرُ أَنَّهَا كَأَوْقَاتِ الصَّلَوَاتِ يُلْزَمُ كُلُّ قَوْمٍ  
الْعَمَلُ بِمَا عِنْدَهُمْ فَتُجْزِئُ الْأُضْحِيَّةُ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ عَشَرَ وَإِنْ كَانَ  
عَلَى رُؤْيَا غَيْرِهِمْ هُوَ الرَّابِعَ عَشَرَ (رد المحتار، ج ۲، ص ۳۹۴، کتاب

الصوم، سبب صوم رمضان، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: بخلاف اضحیہ کے کہ اُس کے بارے میں ظاہر یہ ہے کہ وہ نماز کے اوقات کی  
طرح ہے، ہر قوم کو اپنے وقت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ پس قربانی تیسرے دن  
بھی جائز ہے، اگرچہ دوسروں کی رویت کے مطابق وہ چوتھا دن ہو (ترجمہ ختم)

لہذا اگر قربانی کرنے والے کے حق میں وقت اضحیہ شروع نہیں ہوا، بالفاظ دیگر مکلف کے ذمہ  
سبب وجوب کا تحقق و وجود نہیں ہوا، تو اس کی قربانی کو صرف دوسرے لوگوں کے اوقات کا اعتبار  
کرتے ہوئے (خواہ وہ دوسرا؛ اس کا وکیل ہی کیوں نہ ہو) کیسے درست قرار دیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے، جس کا آغاز شہر وغیرہ شہر (دیہات  
و جنگل) میں سب جگہ طلوع فجر یوم النحر پر ہو جاتا ہے، اور عید کی نماز کا ہونا صرف شہر کے حق  
میں اضافی شرط اداء ہے، جس کا تعلق جانور کے ذبح سے ہے۔

لہذا جو حضرات قربانی کے نفس وجوب، اور شرط اداء میں فرق نہیں کر رہے، یا قربانی کے لئے  
وقت کے نفس وجوب کا سبب ہونے کا انکار کر رہے ہیں، یا قربانی کے وقت کو دیگر عبادات،  
مثلاً حج وغیرہ پر قیاس کر رہے ہیں، یہ درست نہیں۔ ۱۔

۱۔ جیسا کہ مفتی رشید احمد فریدی صاحب (مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، سورت، گجرات) فرماتے ہیں کہ:

وقت خاص للعبادات ہی کو اگر نفس وجوب (ذمہ کے مشغول بالواجب ہونے) کا ذریعہ مانا جائے تو اس سے  
شرعی فقہی مسلمہ اور اصل الاصول کی مخالفت ہوگی وہ ہے ”القرابات الموقوتہ بقتنہا حق فاعلمہا لانی حق  
بقیۃ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴿

## وقت کا کون سا حصہ سبب و وجوب ہے؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عبادات موقتہ میں (جبکہ وقت عبادت کے لئے ظرف ہو، نہ کہ معیار، جیسا کہ نماز اور قربانی کی عبادت) وقت کا کون سا حصہ سبب و وجوب ہے؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المفعول عنہ“ اور یہ مشتق علیہ ضابطہ ہے۔ چنانچہ حج عن الغیر میں دیکھئے ارکان و واجبات کی ادائیگی میں وقت کی رعایت فاعل یعنی حاج عن الغیر کے حق میں ضروری ہے نہ کہ مجموع عنہ کے اعتبار سے اور حج عن الغیر کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جاری و ساری ہے۔ ہر سال ایک معتد بہ مقدار اُن حاجیوں کی بھی ہوتی ہے جو کسی صاحب استطاعت معذور کی طرف سے حج فرض اداء کرنے کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ وقوف عرفہ (مع دیگر فرائض حج کی ادائیگی) کے لئے وقت کا لحاظ حجاج کے حق میں ہے۔ حالانکہ جن کی طرف سے حج بدل کیا جا رہا ہے ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو دنیا کے مختلف ایسے خطوں میں ہوتے ہیں جہاں یا تو یوم عرفہ نہیں ہے یا وقت وقوف عرفہ نہیں ہوا ہے یا پھر وقوف کا اصل وقت گزر چکا ہے۔

کیونکہ ذمہ کا مشغول بائع ہونا استطاعت پر موقوف ہے اور استطاعت سے مجموع عنہ متصف ہے لہذا نفس وجوب قائم ہے۔ رہا بیت اللہ کو سبب وجوب قرار دینا سو یہ وجوب اداء کے تو حد و عدم تکرار کی معرفت کے لئے

مقرر کیا گیا ہے جو کہ سبب ظاہر ہے (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ستمبر، اکتوبر 2010ء، ص ۲۸)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ فاعل کے حق میں وقت کا معتبر ہونا اس وقت ہے، جبکہ مفعول عنہ کے حق میں سبب وجوب متحقق ہو چکا ہو، اور نماز و قربانی میں وقت سبب وجوب اور شرط اداء و جواز ہے، لہذا یہاں سبب وجوب کے بعد ہی اداء کا اعتبار ہوگا، اور یہ اصول خود ان فقہائے کرام کا بیان کردہ ہے، جو قربات موقتہ میں فاعل کے حق میں وقت کا اعتبار کر رہے ہیں، لہذا فقہائے کرام اس اصول کی کیسے مخالفت کر سکتے ہیں۔

اور جن قربات میں وقت سبب وجوب نہ ہو، اگرچہ شرط اداء ہو، وہاں مفعول عنہ کے وقت کا اعتبار ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ صرف فاعل کے حق میں وقت کا ہونا کافی ہے، کیونکہ اداء کا تعلق فعل سے ہوتا ہے، جس کا مصدر فاعل سے ہوتا ہے، نہ کہ مفعول عنہ سے، اور حج کے باب میں صورت حال یہی ہے، کہ اس قربت میں وقت شرط اداء تو ہے، مگر سبب وجوب نہیں، کیونکہ حج کا، سبب وجوب، بیت اللہ ہے، اور نماز و قربانی میں وقت، سبب اور شرطیت دونوں کا حامل ہے، ”فلا جرم ان لا يجوز التقدير على الوقت“

چنانچہ نور الانوار میں ہے کہ:

ولا يصح الاداء قبل دخول الوقت ويفوت بفوته ، فيكون شرطاً ، ويختلف الاداء باختلاف صفة الوقت صفة و كراهة ، فيكون سبباً للوجوب ، وتقدم المشروع على الشرط جائز اذا كان الشرط شرطاً للوجوب ، كما في حولان الحول للزكاة ، واما اذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

توفیقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اس سلسلہ میں رائج یہ ہے کہ وقت کا جزِ اول سببِ وجوب ہے، اگر اس کے ساتھ ادا مقارن متصل ہو جائے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كان الشرط شرطاً للجواز لا يصح التقديم عليه كسائر شرائط الصلاة، وتقديم المسبب على السبب لا يجوز اصلاً وهنا لما اجتمعت الشرطية والسببية فلا جرم ان لا يجوز التقديم على الوقت، ثم ههنا شيان نفس الجوب ووجوب الاداء، فنفس الوجوب سببه الحقيقي هو الايجاب القديم، وسببه الظاهري، وهو الوقت اقيم مقامه، ووجوب الاداء سببه الحقيقي تعلق الطلب بالفعل، وسببه الظاهري وهو الامر اقيم مقامه (نور الانوار، ص ۵۷، مبحث الامر، كون الامر المقيد اربعة انواع)

اور بدائع میں ہے کہ:

فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ مِنَ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فَقَدْ دَخَلَ وَقْتُ الْوُجُوبِ فَتَجِبُ عِنْدَ اسْتِجْمَاعِ شَرَايِطِ الْوُجُوبِ، ثُمَّ لِحَوَازِ الْأَدَاءِ بَعْدَ ذَلِكَ شَرَايِطُ أُخْرَى نَذَرُهَا فِي مَوْضِعِهَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى فَإِنْ وَجَدَتْ يَجُوزُ وَإِلَّا فَلَا، كَمَا تَجِبُ الصَّلَاةُ بِدُخُولِ وَقْتِهَا ثُمَّ إِنْ وَجَدَتْ شَرَايِطُ جَوَازٍ أَذَاهَا جَازَتْ وَإِلَّا فَلَا (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۵، ص ۶۵، کتاب التضحیہ، فصل فی وقت وجوب الاضحیہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

۱۔ اور یہ سبب وجوب بہت تھوڑا بھی ہو سکتا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے نماز کا وقت شروع ہوتے ہی تحریمہ کہہ کر نیت باندھی، تو عین تحریمہ سے متصل جزء لا يتجزأ وقت ہی سبب وجوب بن جائے گا۔

ان الاصل ان كل مسبب متصل بسببه، فان ادیت الصلاة فی اول الوقت يكون الجزء السابق على التحريمه، وهو الجزء الذى لا يتجزأ سببا لوجوب الصلاة (نور الانوار، ص ۵۷، مبحث الامر، كون الامر المقيد اربعة انواع)

وأقل ما يصلح لذلك الجزء الذى لا يتجزأ، والجزء السابق لعدم ما يزا حمله أولى (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۷۳، کتاب الصلاة، الاوقات المنهى عن الصلاة فيها) فإذا أدركت من آخر الوقت قدر التحريمه وجب القضاء وإن لم تتمكن من الغسل (ردالمحتار، ج ۱ ص ۲۹۷، کتاب الطهارة، باب الحيض)

(قوله: هو الجزء الأخير) وهو ما يتمكن فيه من عقد التحريمه فقط عندنا..... (قوله: أفاقا) أى فى آخر الوقت ولو بقدر ما يسع التحريمه عند علمائنا الثلاثة، خلافاً لزمرو (ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۵۶، کتاب الصلاة)

اس سے بعض حضرات کے اس شبہ کا جواب بھی ہو گیا کہ:

اگر کسی غنی مقيم نے دیہات میں صبح یومِ آخر ہوتے ہی بلا تاخیر جانور نذ کیا، اور یہ قربانی بالاتفاق صحیح ہے، تو لاحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وقت سے پہلے اس کا ذمہ مشغول بالواجب رہا ہو، کیونکہ وجوب اداء جو وقت ہی ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ورنہ یہ سبب آگے کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، پھر وقت کے اندر جب بھی اس کے ساتھ ادا مقارن متصل ہوتی ہے، تو وہی ادا سے متصل وقت، سبب وجوب کہلاتا ہے، اور اگر اس کے ساتھ اداء مقارن متصل نہ ہو، تو یہ سبب وجوب آخر وقت تک ممتد ہوتا ہے، اور پھر آخر وقت ہی سبب وجوب کہلاتا ہے۔ ۱۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

میں کتاب الہی سے ہوتا ہے، اس سے پہلے نفس وجوب کا ہونا لازم ہے، اور اصل وجوب مفک اور مقدم ہوتا ہے، وجوب اداء سے، ”تثبت ان اصل الوجوب قد وجد بالغاء قبل صبح یوم النحر“ (ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ اکتوبر، نومبر 2008ء، صفحہ ۱۷)

جواب کا حاصل یہ ہے کہ ذبح سے متصل جو وقت لا تجزئ کے درجہ میں ہے، وہی سبب وجوب ہے، اس لئے نفس وجوب کے طلوع فجر یوم النحر سے قبل ثابت ہونے کا اشکال درست نہیں۔

۱۔ ثم عامة مشايخنا على أن السبب هو الجزء الأول إن اتصل به الأداء وإن لم يتصل به انتقلت كذلك إلى ما يتصل به وإلا فالسبب الجزء الأخير وبعد خروجه يضاف إلى جملته وتماه في كتابنا المسمى بلب الأصول (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۱ ص ۵۷، كتاب الصلاة، أوقات الصلاة)

سَبَبُ التَّجُوبِ آخِرُ الْوَقْتِ إِنْ لَمْ يُؤْذَ قَبْلَهُ وَإِلَّا فَالْجُزْءُ الْمُتَّصِلُ بِالْأَدَاءِ وَإِلَّا فَجَمِيعُ الْوَقْتِ (البحر الرائق، ج ۱، ص ۲۶۳، كتاب الصلاة)

لأن سبب الوجوب الجزء القائم من الوقت أى الذى يليه الشروع؛ إذ لا يمكن أن يكون كل الوقت سبباً؛ لأنه لو كان كله سبباً لوقع الأداء بعده لوجب تقدم السبب بجميع أجزائه على المسبب فلا يكون أداء ولا دليل يدل على قدر معين منه فوجب أن يجعل بعض منه سبباً، وأقل ما يصلح لذلك الجزء الذى لا يتجزأ، والجزء السابق لعدم ما يزا حمة أولى فإن اتصل به الأداء تعين لحصول المقصود، وهو الأداء وإن لم يتصل به ينتقل إلى الجزء الذى يليه ثم وثم إلى أن يتضيق الوقت، ولم يتقرر على الجزء الماضى؛ لأنه لو تقرر عليه كانت الصلاة فى آخر الوقت قضاء وليس كذلك فكان الجزء الذى يليه الأداء هو السبب أو الجزء المضيق، أو كل الوقت إن لم يقع الأداء فى جزء منه؛ لأن الانتقال من الكل إلى الجزء كان لضرورة وقوع الأداء خارج الوقت على تقدير سببية الكل وقد زالت فيعود كل الوقت سبباً (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۷۳، كتاب الصلاة، الاوقات المنهى عن الصلاة فيها)

والأصل فى أنواع القسم الأول من المؤقتة أن الوقت لما جعل سبباً لوجوبها وظرفاً لأدائها لم يستقم أن يكون كل الوقت سبباً لأن ذلك يوجب تأخير الاداء عن وقته أو تقديمه على سببه فوجب أن يجعل بعضه سبباً وهو ما يسبق الاداء حتى يقع الاداء بعد سببه وليس بعد الكل جزء مقدر فوجب الاقتصاد على الادنى..... وإذا انتهى إلى آخر الوقت حتى تعين الاداء لازم ما استقرت السببية لما

﴿بقية حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس قربانی کے وقت کے نماز کے وقت کی طرح سبب وجوب اور شرط اداء ہونے کی وجہ سے، طلوع فجر یوم النحر کے بعد جب بھی شرائط اداء کو ملحوظ رکھ کر قربانی کی جائے گی، خواہ اصالتاً ہو یا وکالتاً، تو ذبح کے عمل سے مقدم و متصل وقت سبب وجوب کہلائے گا، اور اگر آخری وقت ہو گیا، اور قربانی کی ادائیگی نہیں پائی گئی، تو یہ آخری وقت ہی سبب وجوب کہلائے گا۔ اور اسی وجہ سے اگر کوئی قربانی کے آخری وقت میں (بارہ ذی الحجہ کا غروب ہونے سے قبل)

### ﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

یلى الشروع فى الاداء (أصول البزدوى - كنز الوصول الى معرفة الأصول، ج ١ ص ٢٢) وإنما يتعين الوجوب بالشروع إن شرع فيها، وإن لم يشرع إلى آخر الوقت تعين آخر الوقت للوجوب وهو الصحيح من الأقاويل على ما عرف فى أصول الفقه (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ٥، ص ٩٢، كتاب النذر)

إذا حاضت المرأة فى آخر وقت الصلاة وأدركت أولها وأوسطها طاهرة سقطت عنه تلك الصلاة، ولم يجب قضاؤها، وإذا طهرت فى آخر الوقت بعد ما كانت حائضاً قبله وجب عليه تلك الصلاة، فإن لم تؤدّها فى وقتها يجب قضاؤها وذلك لما حقق فى كتب الأصول أن سبب الوجوب عندنا هو الجزء المقارن للصلاة، ولا يزال تنتقل السببية، وتمتد إلى آخر الوقت، لكون الوجوب موسعاً، فإذا بلغ الآخر تعين ذلك الجزء للوجوب، فوجب اعتباره (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، باب التيمم)

وَقَوْلُهُ: (؛ لِأَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْجُزْءُ الْقَائِمُ مِنَ الْوَقْتِ) وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّ سَبَبَ الصَّلَاةِ أَوْقَاتُهَا لَكِنْ لَا يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ كُلُّ الْوَقْتِ سَبَبًا؛ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ كُلُّهُ سَبَبًا لَوَقَعَ الْأَدَاءُ بَعْدَهُ لَوْ جُوبَ تَقَدَّمَ السَّبَبُ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ عَلَى الْمُسَبَّبِ فَلَا يَكُونُ أَدَاءً، وَلَيْسَ دَلِيلٌ يَدُلُّ عَلَى قَدَرٍ مُعَيَّنٍ مِنْهُ كَالرُّبْعِ وَالْخُمْسِ أَوْ غَيْرِهِمَا فَوَجِبَ أَنْ يُجْعَلَ بَعْضُ مِنْهُ سَبَبًا، وَأَقْلُ مَا يَصْلُحُ لِذَلِكَ الْجُزْءُ الَّذِي لَا يَتَجَزَّأُ وَالْجُزْءُ السَّابِقُ لِإِعْدَمِ مَا يَزَاجُهُ أَوَّلِي، فَإِنْ اتَّصَلَ بِهِ الْأَدَاءُ تَعَيَّنَ الْحُصُولُ الْمَقْصُودُ وَهُوَ الْأَدَاءُ، وَإِنْ لَمْ يَتَّصِلْ يَنْتَقِلُ إِلَى الْجُزْءِ الَّذِي يَلِيهِ ثُمَّ وَلَمْ يَلِ إِلَى أَنْ يَضِيقَ الْوَقْتُ وَلَمْ يَتَقَرَّرْ عَلَى الْجُزْءِ الْمَاضِي؛ لِأَنَّهُ لَوْ تَقَرَّرَ كَانَتْ الصَّلَاةُ فِي آخِرِ الْوَقْتِ قَضَاءً وَلَيْسَ كَذَلِكَ لِمَا سَدَّ شُرْ، فَكَانَ الْجُزْءُ الَّذِي يَلِي الْأَدَاءَ هُوَ السَّبَبُ أَوْ الْجُزْءُ الْمُضْطِيقُ أَوْ كُلُّ الْوَقْتِ إِنْ لَمْ يَقَعْ الْأَدَاءُ فِيهِ؛ لِأَنَّ الْإِنْتِقَالَ مِنَ الْكُلِّ إِلَى الْجُزْءِ كَانَ لِمُضْرُورَةٍ وَقَعَ الْأَدَاءُ خَارِجَ الْوَقْتِ عَلَى تَقْدِيرِ سَبَبِيَّةِ الْكُلِّ وَقَدْ رَأَيْتُ قَبُولَ كُلِّ الْوَقْتِ سَبَبًا، ثُمَّ الْجُزْءُ الَّذِي يَتَعَيَّنُ سَبَبًا تَعْتَبَرُ صِفَتُهُ مِنَ الصَّحَّةِ وَالْفَسَادِ (العناية شرح الهداية، ج ١، ص ٢٣٣، ٢٣٥، كتاب الصلاة، باب المواقيت، فصل فى الأوقات التى تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلَاةُ)

لا يقال ان السببية صفة وانتقال الصفة محال لاننا نقول ان المراد بالانتقال السببية ههنا بثبوت السببية فى محل بعد ثبوتها فى محل آخر، وهذا ليس بانتقال حقيقة الا انه لشبهه به يسمى انتقالا مجازا (حاشية نور الانوار ص ٥٦، مبحث الامر، كون الامر المقيد اربعة انواع)



قربانی کے وجوب کا اہل بن جائے، یعنی اس میں قربانی واجب ہونے کی شرائط پائی جائیں، تو اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے، مثلاً فقیر غنی ہو جائے۔

جیسا کہ نماز کے سلسلہ میں آخری وقت میں حائضہ کے طاہر ہونے کا معاملہ ہے۔

پس اس سلسلہ میں نماز اور قربانی میں وقت کے سبب وجوب ہونے کی حیثیت یکساں ہے۔ ۱۔  
اس باب کی اب تک کی مذکورہ تفصیل سے قربانی کے لئے نفس وجوب کا سبب ہونا منع مالہ و ما علیہا کے معلوم ہو چکا، جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

لیکن موجودہ دور کے بعض حضرات قربانی کے لئے وقت کے سبب وجوب ہونے کا انکار کرتے ہیں، اور وہ اس سلسلہ میں کچھ ایسے استشادات پیش کرتے ہیں جو مسئلہ ہذا میں راجح معلوم نہیں ہو سکے، چنانچہ یہ حضرات اہل بلغار کے مسئلہ کو استشہاد میں پیش کرتے ہیں کہ فقہائے کرام نے سبب وجوب کے بغیر بھی نماز کا حکم فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لئے وقت نفس وجوب کا سبب نہیں ہے، ورنہ اہل بلغار نماز کے مکلف نہ ہوتے۔ ۲۔

۱۔ والأصل أن ما وجب كذلك يتعين الجزء الذي أدى فيه للوجوب أو آخر الوقت كما في الصلاة وهو الصحيح وعليه يتخرج ما إذا صار أهلاً للوجوب في آخره، بأن أسلم أو اعتق أو أيسر أو أقام تلزمه، لأن ارتد أو أعسر أو سافر في آخره، ولو أعسر بعد خروج صار قيمة شاة صالحة للأضحية ديناً في ذمته، ولو مات الموسر في أيامها سقطت، وفي الحقيقة لم تجب (رد المحتار، ج ۶، ص ۳۱۶، كتاب الأضحية)

ووجه ذلك ما تقرر في علم الأصول من أن وجوب الأداء في المؤقتات التي يفضل الوقت عن أدائها كالصلاة ونحوها إنما يثبت آخر الوقت، إذ هنا يتوجه الخطاب حقيقة لأنه في ذلك الآن يأنم بالترك لا قبله، حتى إذا مات في الوقت لا شيء عليه. والأضحية من هاتيك المؤقتات فتسقط بهلاك المال قبل مضى وقتها، ولا تسقط بهلاكه بعد مضى وقتها لتقرر سبب وجوب أدائها إذ ذاك، بل يلزم قضاؤها بالنصدق بعينها أو بقيمتها، بخلاف الزكاة فإنها من الواجبات المطلقة دون المؤقتة كما نص عليه في علم الأصول (فتح القدير، ج ۹، ص ۵۰۸، كتاب الأضحية)

۲۔ چنانچہ مفتی رشید احمد فریدی صاحب (مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، سورت، گجرات) لکھتے ہیں کہ:  
وقت پر نفس وجوب کا مدار نہیں ہے، کیونکہ وقت کی تخصیص و تحدید ادا کے لئے کی گئی ہے، نہ کہ نفس وجوب

کے لئے (اہتمام دارالعلوم دیوبند، جنوری ۲۰۰۷ء، ص ۸)

وقت سے اداء کا تعلق ہے، نفس وجوب کا نہیں (ایضاً ص ۱۲)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حالانکہ نماز و قربانی کے لئے وقت کے سبب وجوب ہونے اور سبب وجوب سے مراد نفس وجوب کا سبب ہونے کی تصریحات فقہائے کرام کے حوالہ سے پہلے گزر چکی ہیں، اور اسلام اور حریت اور ملکیت نصاب کے شرط وجوب ہونے کی تصریحات آگے آتی ہیں۔

جہاں تک اہل بلغار کے وقتِ عشاء نہ پانے کا تعلق ہے، تو فقہائے کرام نے اس پر طویل بحث کی ہے، بعض فقہائے کرام تو ان کے حق میں عشاء کی نماز کے سرے سے فرض ہونے کے قائل ہی نہیں، اور ان کی دلیل یہی ہے کہ جب سبب وجوب، جو کہ وقت ہے، نہیں پایا گیا، تو ان پر عشاء کی نماز فرض نہیں ہوگی۔

لیکن دیگر فقہائے کرام عشاء کی نماز کے فرض ہونے کے قائل ہیں، اور سبب وجوب کے

#### ﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ وقت نفس وجوب کا سبب ہے، جیسا کہ اس وقت سمجھا جا رہا ہے، تو بندہ پورے یقین کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ ماضی کے فقہاء ضرور ذکر فرماتے، اتنی اہم اور بنیادی چیز کو ہرگز نہ ترک فرماتے (ایضاً ص ۱۹)

لاحالہ وقت، نفس وجوب کا سبب نہیں ہے، لہذا وقت کو نفس وجوب کا سبب مان کر اس پر حکم (فتویٰ) کی بناء رکھنا صحیح نہیں ہے۔

وقت اگر نفس وجوب کا سبب ہوتا، تو اہل بلغار یہ جیسے لوگوں کے حق میں وقت قطعاً نہیں ملتا ہے، فقہائے کرام کا نہ اختلاف ہوتا، اور نہ ہی قضائے عشاء کے وہ قائل ہوتے، حالانکہ صحیح دراج اور مفتی یہ قول کے مطابق عشاء کی قضا واجب ہے۔

معلوم ہوا کہ وہ عشاء بلکہ وتر کے بھی مکلف ہیں ”وفاقد فقہہا مکلف بہما (درمختار)“ تو باوجود وقت مخصوص، یعنی سبب وجوب نہ پائے جانے کے نماز کا مکلف ہونا دلیل ہے کہ وقت پر نفس وجوب کا مدد نہیں ہے، اور جس پر تکلیف شرعی موقوف ہے، وہ اسلام، عقل، بلوغ، حریت، ملکیت وغیرہ امور ہیں، ہاں وقت جس کا سبب ہے، یعنی وجوب اداء کا، سوا اس کے نہ پائے جانے کی وجہ سے کوئی بھی فقہ اہل بلغار یہ کے حق میں اداء کے وجوب کا قائل نہیں ہے (ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ جنوری ۲۰۰۷ء، صفحہ ۱۵، ۱۶)

پس عشاء کا واجب القضاء ہونا سبب وجوب نہ پائے جانے کے باوجود حجت ہے، کہ نفس وجوب موجود ہے، اس لئے کہ مطلق وقت بہر حال ہے، اور وقت خاص نہ ہونے کی وجہ سے وجوب اداء نہیں ہے، لیکن اگر وقت معیہ نفس وجوب کا سبب مؤثر مانا جائے، تو لازم آئے گا کہ اہل بلغاریہ کی عشاء کی نہ اداء ہوا اور نہ ہی قضاء ”وہ وظايف الموقوف علیہ الفقہاء“ (ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ اکتوبر، نومبر ۲۰۰۸ء، صفحہ ۵۷)

بارے میں انہوں نے مختلف جوابات دیئے ہیں، مثلاً یہ کہ سبب وجوب کا تقدیری طور پر پایا جانا بھی کافی ہے، یا یہ کہ نفس الامر میں علی العموم پانچ نمازیں فرض ہیں، اور جس کے حق میں سبب وجوب مفقود ہو، تو نفس الامر میں وجوب کی دلیل کا ہونا بھی کافی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولاً تو سبب وجوب کی اہمیت مسلم ہے، اسی لئے دوسرے حضرات تقدیراً وجوب مان رہے ہیں۔

دوسرے یہ سبب بحث ان لوگوں کے حق میں ہے، جن کو سرے سے ظاہر میں نفس وجوب کا سبب ہاتھ ہی نہ آئے، اور ہماری قربانی کی بحث اُن لوگوں سے ہے، جن کو ظاہر میں نفس وجوب حاصل ہے۔

پس جن لوگوں کو ظاہر میں نفس وجوب کا سبب حاصل ہے، ان کی حالت کو اُن لوگوں پر قیاس کرنا کہ جن لوگوں کو ظاہر میں نفس وجوب کا سبب حاصل ہی نہ ہو، یہ قیاس مع الفارق اور موجود و معدوم میں فرق کا لحاظ نہ کرنے کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

یہی تفصیل ان غیر معتدل علاقوں کے باشندوں کے بارے میں بھی ہے کہ جہاں چھ ماہ یا اس سے کم وقت کے لئے سورج موجود یا غائب رہتا ہے۔ ۱۔

۱۔ (قوله: فيقدر لهما) هذا موجود في نسخ المتن المجردة ساقط من المنح، ولم أر من سبقه إليه سوى صاحب الفيض، حيث قال: ولو كانوا في بلدة يطلع فيها الفجر قبل غيبوبة الشفق لا يجب عليهم صلاة العشاء لعدم السبب، وقيل يجب ويقدر الوقت. اهـ.

بقی الکلام فی معنی التقدير، والذي يظهر من عبارة الفيض أن المراد أنه يجب قضاء العشاء، بأن يقدر أن الوقت أعنى سبب الوجوب قد وجد كما يقدر وجوده في أيام الدجال على ما يأتي؛ لأنه لا يجب بدون السبب، فيكون قوله ويقدر الوقت جواباً عن قوله في الأول لعدم السبب.

وحاصله أنا لا نسلم لزوم وجود السبب حقيقة بل يكفي تقديره كما في أيام الدجال. ويحتمل أن المراد بالتقدير المذكور هو ما قاله الشافعية من أنه يكون وقت العشاء في حقهم بقدر ما يغيب فيه الشفق في أقرب البلاد إليهم، والمعنى الأول أظهر (رد المحتار، ج ۱ ص ۳۶۲، كتاب الصلاة)

فاستفدنا أن الواجب في نفس الأمر خمس على العموم، غير أن توزيعها على تلك الأوقات عند وجودها ولا يسقط بعدمها الوجوب، وكذا قال -صلى الله عليه وسلم- خمس صلوات كتبهن الله على العباد. اهـ. وأما الذي ذكره البرهان الحلبي في شرح المنية فهو قوله والجواب أن يقال: كما

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اس میں اختلاف ہے کہ اہل بلغار قضا کی نیت کریں گے یا نہیں؟  
بعض کے نزدیک اداء اور بعض کے نزدیک قضا کی نیت کریں گے، لیکن اس میں شک نہیں  
کہ قضا کی نیت کرنے کی صورت میں بھی وہ قضا کرنے کے گناہ گار نہیں ہونگے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

استقر الأمر علی أن الصلوات خمس، فكذا استقر الأمر علی أن للوجوب أسبابا وشروطا لا يوجد بدونها، وقولك شرعا عاما إلخ إن أردت أنه عام علی كل من وجد فی حقه شروط الوجوب وأسبابه سلمناه ولا يفيدك لعدم بعض ذلك فی حق من ذكر..... والقياس علی ما فی حدیث الدجال غیر صحيح؛ لأنه لا مدخل للقياس فی وضع الأسباب، ولئن سلم فإنما هو فیما لا يكون علی خلاف القياس، والحدیث ورد علی خلاف القياس، فقد نقل الشيخ اكمل الدين فی شرح المشارق عن القاضي عياض أنه قال: هذا حكم مخصوص بذلك الزمان شرعه لنا صاحب الشرع، ولو وكلنا فيه لاجتهادنا لكانت الصلاة فيه عند الأوقات المعروفة واكتفينا بالصلوات الخمس. اهـ. ولئن سلم القياس فلا بد من المساواة ولا مساواة، فإن ما نحن فيه لم يوجد زمان يقدر للعشاء فيه وقت خاص. والمفاد من الحدیث أنه يقدر لكل صلاة وقت خاص بها ليس هو وقتا لصلاة أخرى، بل لا يدخل وقت ما بعدها قبل مضى وقتها المقدر لها، وإذا مضى صارت قضا كما فی سائر الأيام فكان الزوال وصيرورة الظل مثلاً أو مثلین وغروب الشمس وغيبوبة الشفق وطلوع الفجر موجودة فی أجزاء ذلك الزمان تقديرا بحكم الشرع ولا كذلك هنا إذ الزمان الموجود إما وقت للمغرب فی حقهم أو وقت للفجر بالإجماع فكيف يصح القياس وعلم بما ذكرنا عدم الفرق بين من قطعت يده أو رجلاه من المرفقين والكعبين وبين هذه المسألة كما ذكره البقائي.

ولذا سلمه الإمام الحلواني ورجع إليه مع أنه الخصم فيه -انصافاً منه، وذلك لأن الغسل سقط ثم لعدم شرطه لأن المحال شروط، فكذا هنا سقطت الصلاة لعدم شرطها بل وسببها أيضاً، وكما لم يقدّم هناك دليل يجعل ما وراء المرفق إلى الإبط وما فوق الكعب بمقدار القدم خلفاً عنه فی وجوب الغسل، كذلك لم يرد دليل يجعل جزءاً من وقت المغرب أو من وقت الفجر أو منهما خلفاً عن وقت العشاء، وكما أن الصلوات خمس بالإجماع علی المكلفين كذا فرائض الوضوء علی المكلفين لا تنقص عن أربع بالإجماع لكن لا بد من وجود جميع أسباب الوجوب وشرائطه فی جميع ذلك، فليتأمل المنصف، والله سبحانه وتعالى الموفق اهـ كلام البرهان الحلبي (رد المحتار)، ج ۲ ص ۲۶۳، ۲۶۵، كتاب الصلاة

فاستفدنا أن الواجب فی نفس الأمر خمس علی العموم، غير أن توزيعها علی تلك الأوقات عند وجودها، ولا يسقط بعدمها الوجوب، وكذا قال -صلى الله عليه وسلم -خمس صلوات كتبهن الله علی العباد (فتح القدير ج ۱ ص ۲۲۳، كتاب الصلاة، باب المواقيت)

۱۔ ثم هل ينوی القضا؟ الصحيح أنه لا ينوی القضا لفقد وقت الأداء ومن أفنى بوجوب العشاء يجب علی قوله الوتر أيضاً (فتح القدير ج ۱ ص ۲۲۳، كتاب الصلاة، باب المواقيت)

﴿بقية حاشيا کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض حضرات کی طرف سے وقت کے نفس وجوب کا سبب نہ ہونے پر ایک استشہاد میدانِ عرفات میں عصر کا وقت داخل ہونے سے پہلے عصر کی نماز پڑھنے کے حکم سے کیا گیا ہے۔ ۱۔ مگر اس سلسلہ میں عرض ہے کہ حج کے دوران میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرنا حج کے مناسک میں سے ہے، اور حج کے مناسک پر جو کہ عموماً غیر معقولی ہیں، دوسری چیزوں کا قیاس درست نہیں، اور اسی وجہ سے جن دوسرے غیر حنفی حضرات نے جمع بین الصلاتین فی العذر کی صورت میں جواز کو عرفہ میں جمع بین الصلاتین پر قیاس کیا ہے، ہمارے فقہائے کرام نے اس کی تردید فرمائی ہے، اور اس کو قیاس مع الفارق قرار دیا ہے، کیونکہ جو چیز خلاف قیاس، نص سے ثابت ہو، تو وہ اپنی تمام تر منصوص قیود و شرائط کے ساتھ نصِ مورد کے ساتھ خاص ہوتی ہے، جبکہ یہ نماز کا نماز پر قیاس ہے، اور نماز پر قربانی کا قیاس اس سے بھی بعید تر ہے، پھر یہ کیونکر قیاس مع الفارق نہ ہوگا۔ ۲۔

#### ﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلنا: أما من قال من مشايخنا وغيرهم بأن القضاء يجب بامر جديد فلا إشكال، وأما على قول الجمهور من مشايخنا أن القضاء يجب بما يجب به الأداء فانه قد السبب يكفي لوجوب القضاء، وإن لم تخاطب بالأداء (البحر الرائق، ج ۱ ص ۲۰۴، كتاب الطهارة، باب الحيض) (قلنا) قد ذكرنا فيما تقدم أن وجوب الأداء على نوعين نوع يكون الفعل فيه بنفسه مطلوباً من المكلف حتى يأنم فيه بترك الفعل ولا بد فيه من استطاعة سلامة الآلات ونوع لا يكون فعل الأداء فيه مطلوباً حتى لا يأنم فيه بترك الأداء بل المطلوب ثبوت خلفه وهو القضاء ويكتفي فيه بتصور ثبوت الاستطاعة ولا يشترط حقيقة الاستطاعة (كشف الاسرار، ج ۱ ص ۲۱۸، باب تقسيم المأمور به في حكم الوقت، النوع الاول)

۱۔ چنانچہ مفتی رشید احمد فریدی صاحب (مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، سورت، گجرات) لکھتے ہیں کہ: حجاج کے لئے میدانِ عرفہ میں وقوف کی خاطر چند شرطوں کے ساتھ حج تقدیم کی اجازت ایک قوی دلیل ہے کہ مکلف کا ذمہ پہلے سے مشغول بالواجب ہے۔

اگر نفس وجوب ہی وقتِ خاص سے قبل نہ ہوتا، تو حج تقدیم کی اجازت ہرگز نہ ہوتی، کیونکہ اصل وجوب کے بغیر ادا کا مطالبہ نہیں کیا جاتا (ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ اکتوبر، نومبر 2008ء، صفحہ ۵۶)

۲۔ ومن جملة المناسك الجمع بين الظهر والعصر في وقت الظهر (المحيط البرهاني، ج ۲ ص ۲۲۷، كتاب المناسك، الفصل الثالث)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جیسا کہ ذاتِ رکوع و سجود والی نماز میں قہقہہ سے نقض وضو کے مسئلے کا معاملہ ہے، کہ یہ بھی خلافِ قیاس ہے، کیونکہ اس میں خروج نجاست کا سبب نہیں پایا جاتا، اس لیے یہ قہقہہ سے نقض وضو کا حکم اپنے نصِ مورد کے ساتھ خاص ہے، اور اس پر نمازِ جنازہ اور سجدہ تلاوت وغیرہ کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ۱

### ﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(ولنا) أن تأخير الصلاة عن وقتها من الكبائر فلا يباح بعذر السفر والمطر كسائر الكبائر، والدليل على أنه من الكبائر ما روى عن ابن عباس -رضي الله عنهما- أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: من جمع بين صلاتين في وقت واحد فقد أتى بابا من الكبائر، وعن عمر -رضي الله عنه- أنه قال: الجمع بين الصلاتين من الكبائر، ولأن هذه الصلوات عرفت مؤقتة بأوقاتها بالدلائل المقطوع بها من الكتاب والسنة المتواترة والإجماع، فلا يجوز تغييرها عن أوقاتها بضرب من الاستدلال أو بخبر الواحد، مع أن الاستدلال فاسد؛ لأن السفر والمطر لا أثر لهما في إباحة تفويت الصلاة عن وقتها، ألا ترى أنه لا يجوز الجمع بين الفجر والظهر مع ما ذكرتم من العذر؟ والجمع بعرفة ما كان لتعدد الجمع بين الوقوف والصلاة؛ لأن الصلاة لا تضاد الوقوف بعرفة، بل ثبت غير معقول المعنى بدليل الإجماع والتواتر عن النبي -صلى الله عليه وسلم- فصلح معارضا للدليل المقطوع به، وكذا الجمع بمزدلفة غير معلول بالسير، ألا ترى أنه لا يفيد إباحة الجمع بين الفجر والظهر (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۱۲۷، كتاب الصلاة، فصل شرائط أركان الصلاة) والعبادات المؤقتة لا يجوز تقديمها على أوقاتها إلا أن جواز تقديم العصر على وقتها ثبت بالنص غير معقول المعنى فإراعى فيه عين ما ورد به النص (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۵۲، كتاب الحج، فصل بيان سنن الحج وبيان الترتيب في أفعاله) لأنه إنما ثبت بالنص غير معقول المعنى لما بينا فلا يمكن تعديته إلى غيره (كشف الاسرار، ج ۳ ص ۳۷۲، باب العوارض المكتسبة)

۱ (نوع آخر) في القهقهة: يجب أن يعلم بأن القهقهة في كل صلاة فيها ركوع وسجود تنقض الصلاة والوضوء عندنا لحديث خالد الجهنی قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بأصحابه إذ أقبل أعشى، فوقع في بئر أدركته هناك، فضحك بعض القوم قهقهة، فلما فرغ النبي عليه السلام من الصلاة، قال: ألا من ضحك منكم، فليعد الوضوء والصلاة، والقهقهة خارج الصلاة لا تنقض الوضوء؛ لأن انتقاض الوضوء بالقهقهة عرف بالسنة بخلاف القياس؛ لأن انتقاض الطهارة بخارج نجس، ولم يوجد ذلك، وليست القهقهة خارج الصلاة في معنى القهقهة في الصلاة؛ لأن حالة الصلاة حالة المناجاة مع الله تعالى فتعظم الجنابة بالقهقهة فيها، ولا كذلك القهقهة خارج الصلاة، فبقيت القهقهة خارج الصلاة على أصل القياس (المحيط البرهاني، ج ۱ ص ۷۰، كتاب الطهارات، الفصل الثاني)

﴿بقیہ حاشیہ کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾



وقت کونفس وجوب کا سبب قرار دینے پر بعض حضرات کی طرف سے مزید ایسے شبہات سامنے آئے، جو زیادہ اہمیت کے حامل معلوم نہیں ہو سکے، اور غلط فہمی یا تسامح پر مبنی معلوم ہوئے۔ ا

### ﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وان ضحک دون القهقهة یعنی علی صلاتہ؛ لأن القهقهة عرفت حدثا بخلاف القیاس فی الشرع. ألا تری أنه لا یکون حدثا خارج الصلاة، والضحک دون القهقهة (المحیط البرہانی، ج ۱ ص ۲۸۵، کتاب الصلاة، الفصل الخامس عشر)

۱۔ چنانچہ مفتی رشید احمد فریدی صاحب (مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، سورت، گجرات) ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

ایام نحر کی آمد پر ہی نفس وجوب (یعنی ذمہ مشغول بالواجب) ہوتا ہے تو....

اگر فقیر (غیر مالک نصاب) نے ابتدائے یوم النحر میں قربانی کی اور ختم ایام سے پہلے غنی ہو گیا تو دوبارہ اس پر قربانی کرنا واجب الاعادہ نہیں ہوتا چاہیے کیونکہ بقول آپ کے قربانی نفس وجوب کے بعد وقت اداء میں کی گئی ہے۔ حالانکہ بالاتفاق وقت وجوب کے ختم سے پہلے غنا کا اگر تحقق ہو گیا تو قربانی واجب ہوگی اور پہلے

والی قربانی بہر حال نفل کہلائے گی (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۰ء، ص ۴۷)

مفتی صاحب موصوف نے جو مسئلہ ذکر کیا ہے، اس سے قربانی کے لئے وقت کے نفس وجوب کا سبب ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا، بلکہ خود یہ مسئلہ وقت کے نفس وجوب کا سبب اور غنا کے شرط وجوب ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ نفس وجوب کے بعد عمل جائز تو ہوتا ہے، مگر واجب نہیں ہوتا، اب وقت کے داخل ہونے کے بعد جب کسی فقیر نے قربانی کی، تو اس کی قربانی درست ہو جائے گی، کیونکہ اس قربانی کا وقوع سبب وجوب کے بعد ہوا ہے، اگرچہ اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی، کیونکہ غنا جو کہ شرط وجوب ہے، وہ نہیں پایا گیا۔

جہاں تک فقیر کے قربانی کرنے کے بعد وقت ختم ہونے سے پہلے غنی ہو جانے کی صورت میں دوبارہ قربانی واجب ہونے نہ ہونے کا معاملہ ہے، تو اس میں خود فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

بعض دوبارہ قربانی کے وجوب کے قائل ہیں، اور ان کا کہنا یہ ہے کہ پہلی قربانی تطوع واقع ہوئی ہے، جو واجب کے قائم مقام نہیں ہوگی، اور بعض حضرات دوبارہ عدم وجوب کے قائل ہیں، جیسا کہ فقیر کے حج کر لینے سے اس کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے، اگرچہ بعد میں وہ غنی ہی کیوں نہ ہو جائے، اور ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، اور متعدد متاخرین نے اس کو ہی اختیار کیا ہے، جن میں صدر الشہید وغیرہ داخل ہیں۔

اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ”ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل و احکام“ میں ذکر کر دی ہے۔

ولو ضحی الفقیر ثم أیسر فی آخره علیہ الإعادة فی الصحیح لأنه تبین أن الأولی تطوع بدائع ملخصا، لكن فی البزازیة وغیرہا أن المتأخرین قالوا لا تلزمه الإعادة وبه ناخذ (رد المحتار، ج ۶ ص ۳۱۶، کتاب الاضحیة)

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

## قربانی کی شرائط و وجوب کی تحقیق

شرط و وجوب کے بارے میں فقہائے کرام کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے کہ اس کے بغیر عمل کی ادائیگی ذمہ میں واجب نہیں ہوتی۔

وہ الگ بات ہے کہ سبب و وجوب کے ہوتے ہوئے کوئی اگر شرائط اداء کے ساتھ عمل کرے، تو وہ عمل درست ہو جاتا ہے۔

قربانی کی شرائط و وجوب پر امام کا سانی رحمہ اللہ نے تفصیلی گفتگو کی ہے، جن میں اسلام، حریت، اقامت اور غناء کو شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا شَرَائِطُ الْوُجُوبِ؛ فَأَمَّا فِي النَّوعَيْنِ الْأَوَّلَيْنِ (أَيُّ الَّذِي يَجِبُ عَلَى الْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ) فَشَرَائِطُ أَهْلِيَّةِ النَّذْرِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهَا فِي كِتَابِ النَّذْرِ وَأَمَّا فِي النَّوعِ الثَّالِثِ (أَيُّ الَّذِي يَجِبُ عَلَى الْغَنِيِّ دُونَ الْفَقِيرِ) فَمِنْهَا الْإِسْلَامُ فَلَا تَجِبُ عَلَى الْكَافِرِ لِأَنَّهَا قُرْبَةٌ وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبِ..... وَمِنْهَا الْحُرِّيَّةُ فَلَا تَجِبُ عَلَى الْعَبْدِ وَإِنْ كَانَ مَأْذُونًا فِي التِّجَارَةِ أَوْ مُكَاتَبًا..... وَمِنْهَا الْإِقَامَةُ فَلَا تَجِبُ عَلَى الْمُسَافِرِ؛ لِأَنَّهَا لَا تَتَأَدَّى بِكُلِّ مَالٍ وَلَا فِي كُلِّ زَمَانٍ بَلْ بِحَيَوَانٍ مَخْصُوصٍ فِي وَقْتٍ مَخْصُوصٍ..... وَمِنْهَا الْغَنِيُّ لِمَا رَوَى عَنْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اشتری شاة للأضحیة فی أيام النحر وهو فقیر، فضحی بها، ثم أیسر فی أيام النحر؛ قال الشیخ الفقیہ أبو محمد الحرینی: علیه أن یعید، وغیره من المتأخرین قالوا: لا یعید وبه نأخذ (المحیط البرهانی، ج ۶ ص ۱۰۱، کتاب الاضحیة، الفصل التاسع فی المتفرقات) ولو ضحی فی أول الوقت وهو فقیر، ثم أیسر فی آخره علیه إعادتها هو الصحیح كما فی العنایة. وقال فی الذخیرة من المتأخرین من قال لا یعید قال الصدر الشہید وبه نأخذ (اھـ حاشیة الشرنبلالی علی درر الحکام شرح غرر الاحکام، ج ۱ ص ۲۶۵، ۲۶۶، شرائط الاضحیة)

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ وَجَدَ سَعَةً  
فَلْيُضَحِّ (بدائع الصنائع، ج ٥ ص ٢٣، ٢٤، كتاب التضحية، فصل في شرائط وجوب

في الاضحية، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: اور قربانی کی شرائط وجوب پہلی دو قسموں میں (یعنی جو غنی اور فقیر پر واجب  
ہوتی ہے) تو نذر کی اہلیت کی شرائط ہیں، جن کا ہم نے کتاب النذر میں ذکر کر دیا  
ہے۔

اور تیسری قسم میں (یعنی جو کہ غنی پر واجب ہوتی ہے، نہ کہ فقیر پر) اُن میں سے  
ایک تو اسلام ہے، پس کافر پر قربانی واجب نہیں، کیونکہ قربانی قربت ہے، اور کافر  
قربت کا اہل نہیں ہے..... اور ایک شرط وجوب آزاد ہونا ہے، پس غلام پر قربانی  
واجب نہیں، اگرچہ وہ ماذون فی التجارة یا مکاتب ہو..... اور ایک شرط وجوب مقیم  
ہونا ہے، پس قربانی مسافر پر واجب نہیں، کیونکہ وہ ہر مال سے اداء نہیں ہو سکتی، اور  
نہ ہر زمانے میں اداء ہو سکتی ہے، بلکہ مخصوص حیوان کے ساتھ مخصوص وقت میں ہی  
اداء ہو سکتی ہے..... اور ایک شرط غنی ہونا ہے، بوجہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہونے  
کے کہ جو سعة کو پائے، تو وہ قربانی کرے (ترجمہ ختم)

دیگر متعدد کتب فقہ میں بھی اسی طرح کی تفصیل مذکور ہے۔ ا

۱۔ وشرائطها: الإسلام والإقامة واليسار الذي يتعلق به وجوب (صدقة الفطر) كما مر (لا  
الذكورية فتجب على الأنثى) خانية (وسببها الوقت) وهو أيام النحر (الدرا المختار مع شرحه  
رد المحتار، ج ٦، ص ٣١٢، كتاب الأضحية)

(قوله وشرائطها) أي شرائط وجوبها (رد المحتار، ج ٦، ص ٣١٢، كتاب الأضحية)  
وشرائطها الإسلام والإقامة واليسار الذي يتعلق به وجوب صدقة الفطر، وسببها الوقت وهو أيام  
النحر وركنها ذبح ما يجوز ذبحها (درر الحکام شرح غرر الأحکام، ج ١، ص ٢٦٥، ٢٦٦،  
كتاب الأضحية)

ما ذكر من الشرائط وشرائط وجوبها وشرائط صحتها تعلم من باقي كلامه (حاشية الشرنبلالی علی  
درر الحکام شرح غرر الأحکام، ج ١، ص ٢٦٥، كتاب الأضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوا کہ غنی ہونا قربانی کی شرط وجوب ہے، نہ کہ سبب وجوب، برخلاف زکاۃ کے، کماثر۔

پس بعض حضرات کا قربانی کے باب میں غنی ہونے کو شرط وجوب کے درجہ و مقام سے نکال کر (کسی بھی عنوان سے) نفس وجوب کے درجہ میں رکھنا، اور اس کو زکاۃ وغیرہ پر قیاس کرنا اور وقت کو سبب وجوب کے بجائے، وجوب اداء قرار دینا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ۱۔

### ﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(وَأَمَّا) (شَرَايُطُ الْوُجُوبِ) : مِنْهَا الْبَسَارُ وَهُوَ مَا يَتَعَلَّقُ بِهِ وَجُوبُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ ذَوْنُ مَا يَتَعَلَّقُ بِهِ وَجُوبُ الزَّكَاةِ، وَأَمَّا الْبُلُوغُ وَالْعَقْلُ فَلَيْسَا بِشَرَايُطٍ حَتَّى لَوْ كَانَ لِلصَّبِيِّ مَالٌ يُضَحِّيَ عَنْهُ أَبُوهُ أَوْ وَصِيُّهُ مِنْ مَالِهِ وَلَا يَصْدُقُ بِهِ وَلَا يَضْمَنَانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى، وَإِنْ تَصَدَّقَ بِهَا ضَمِنَ، كَذَا فِي مُجِيبِ الشَّرْحِ سَيِّ. وَمِنْهَا الْإِسْلَامُ فَلَا تَجِبُ عَلَى الْكَافِرِ وَلَا يُشْتَرَطُ الْإِسْلَامُ فِي جَمِيعِ الْوَقْتِ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ حَتَّى لَوْ كَانَ كَافِرًا فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ، ثُمَّ أَسْلَمَ فِي آخِرِهِ تَجِبُ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّ وَقْتُ الْوُجُوبِ مُتَفَصِّلٌ عَنْ آدَاءِ الْوَاجِبِ فَيَكْفِي فِي وَجُوبِهَا بَقَاءُ جُزْءٍ مِنَ الْوَقْتِ، وَمِنْهَا الْحُرِّيَّةُ فَلَا تَجِبُ عَلَى الْعَبْدِ وَإِنْ كَانَ مَأْذُونًا فِي التَّجَارَةِ أَوْ مَكَاتِبًا، وَلَا يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ حُرًّا مِنْ أَوَّلِ الْوَقْتِ بَلْ يَكْفِي فِيهِ الْحُرِّيَّةُ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنَ الْوَقْتِ، حَتَّى لَوْ عَقِيَ فِي آخِرِ الْوَقْتِ وَمَلَكَ نِصَابًا تَجِبُ عَلَيْهِ الْأَضْحِيَّةُ، وَمِنْهَا الْإِقَامَةُ فَلَا تَجِبُ عَلَى الْمُسَافِرِ (الفتاوى الهندية، ج ۵، ص ۲۹۲، كتاب الاضحية الباب الاول)

۱۔ جیسا کہ مفتی رشید احمد صاحب فریدی صاحب (مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، سورت، گجرات) لکھتے ہیں کہ:  
اتحاف کے نزدیک قربانی کے وجوب (نفس وجوب) میں بنیادی شرط غناء ہے (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جنوری 2007ء، ص ۹)

نفس وجوب کا تعلق ملک نصاب سے ہے، اور یہ مسلم ہے کہ قربانی مالی عبادت ہے زکاۃ و صدقۃ الفطر کی طرح، اسی لئے تینوں عبادتوں میں مالک نصاب ہونا شرط ہے، اور نصاب کا حوائجِ اصلیہ سے فارغ ہونا بھی ضروری ہے، اور زکاۃ میں مالی نامی ہونا بھی شرط ہے، پس جو کوئی مسلمان، آزاد، نصاب کے بقدر مالی نامی کا مالک ہو، اور وہ حوائجِ اصلیہ سے فارغ ہو، تو اب مالی تینوں عبادتوں کا مکلف ہو گیا، یعنی تینوں عبادتوں کا نفس وجوب ذمہ میں آ گیا، پھر زکاۃ میں سال بھر کا گزرتا، صدقۃ الفطر میں صبح یوم الفطر کا پانا، اور قربانی میں ایامِ خُرکا ہونا یہ سب وجوب اداء کے لئے شرط ہے، اس سے پہلے وجوب نہیں ہوتا، یعنی اس کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی ہے (ایضاً، ص ۱۱)

کتب فقہ میں جہاں کہیں وقت سے قبل وجوب کی نفی مذکور ہے وہ وجوب اداء کی نفی ہے۔ فافہم (ماہنامہ دارالعلوم، اکتوبر، نومبر 2008ء، ص ۴۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## قربانی کی شرطِ اداء کی تحقیق

شرطِ اداء کے بارے میں فقہائے کرام کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے کہ اس کے بغیر عمل کی ادائیگی صحیح و جائز نہیں ہوتی۔

قربانی کے عمل کی شرائطِ اداء کیا ہیں؟ تو امام کا سانی رحمہ اللہ قربانی کے واجب کو قائم کرنے کے جائز ہونے کی شرائط کی فصل قائم کر کے فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا شَرَائِطُ جَوَازِ إِقَامَةِ الْوَجِبِ؛ وَهِيَ التَّضَحِّيَةُ فَهِيَ فِي الْأَصْلِ نَوْعَانِ: نَوْعٌ يَعْمُ ذَبْحُ كُلِّ حَيَوَانٍ مَأْكُولٍ وَنَوْعٌ يَخْصُ التَّضَحِّيَةَ؛ أَمَّا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قربانی کا وجوب بھی غنا و یسار (ملک) نصاب سے ثابت ہوتا ہے اور یہی وجوب فی الذمہ ہے جو بجانب اللہ ہے اور وہ وقت پر موقوف نہیں ہے (ایضاً ص ۶۷)

مالکِ نصاب کیلئے اخذِ صدقہ کا حرام ہونا دلیل ہے کہ وجوب فی الذمہ متحقق ہو چکا ہے اور مطالبہ کی یہی لیاقت اور اہلیت کو مشائخِ احناف کے نزدیک نفس وجوب سے تعبیر کیا گیا ہے (ماہنامہ دارالعلوم، ستمبر، اکتوبر 2010ء، ص ۳۵)

نفس وجوب یعنی ذمہ کے مشغول بالواجب ہونے کی بنیاد اور علت غنا و یسار ہے نہ کہ وقتِ اضحیہ (ماہنامہ دارالعلوم، دسمبر 2008ء، جنوری 2009ء، ص ۹۱)

القربات الموقوتہ بغير وقتہا فی حق فاعلاہا فی حق المفعول عنہ ایک شرعی قاعدہ کلیہ ہے بلکہ الموقوتہ کے عموم میں واجبات موقتہ اور موقفات غیر واجبہ دونوں شامل ہیں چنانچہ جس پر فرض ہے جب وہ نفس نفس حج اداء کرے گا تو اسی کے حق میں ایام و اوقات کا اعتبار ہوگا اور اگر معذور ہونے کی وجہ سے دوسرے کو بھیجا تو اس حاج عن الغیر کے حق میں اوقات کا لحاظ ہوتا ہے خواہ مجموع عنہ کے یہاں یوم عرفہ اور وقت و ف شروع ہو گیا ہو یا نہیں (البتہ مجموع عنہ پر حج فرض ہونا ضروری ہے اور اس کی فرضیت استطاعت پر متحقق ہو جاتی ہے) یہی حال نفل حج کا ہے اس لیے کہ شرعاً وہ بھی موقت ہے۔ ٹھیک اسی طرح قربانی ہے واجب ہو کہ نفل اس کی اداء مقید بالوقت ہے (رہا وجوب فی الذمہ سو وہ غنا و یسار سے ہے) اور نماز، روزہ میں مکلف ہی فاعل قرابت ہے اس لیے اس کے حق میں اوقات ملحوظ ہوتے ہیں (ایضاً ص ۱۰۵)

ان تمام امور کا جواب فقہائے کرام کی عبارات کے حوالہ سے گزر چکا ہے، اور قربات موقتہ اور غیر موقتہ میں فرق نہ کرنا ایک فقہی اہم غلطی ہے، کیونکہ قربات موقتہ میں جبکہ وقت سبب وجوب اور شرط اداء دونوں ہوں، کسی حال میں وقت پر تقدیم جائز نہیں، کیونکہ اداء دراصل سبب وجوب پر مرتب ہوتا ہے، اور حج عن الغیر کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

الَّذِي يَعْمُ ذَبْحُ كُلِّ حَيَوَانٍ مَّا كُوْلٍ فَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي كِتَابِ الذَّبَائِحِ،  
وَأَمَّا الَّذِي يَخُصُّ التَّضَحِّيَةَ فَأَنْوَاعٌ: بَعْضُهَا يَرْجِعُ إِلَى مَنْ عَلَيْهِ  
التَّضَحِّيَةُ، وَبَعْضُهَا يَرْجِعُ إِلَى وَقْتِ التَّضَحِّيَةِ، وَبَعْضُهَا يَرْجِعُ إِلَى  
مَحَلِّ التَّضَحِّيَةِ (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ٥، ص ١٤٠، كتاب  
التضحية، فصل في شرائط جواز إقامة الواجب في الأضحية، دار الكتب  
العلمية، بيروت)

ترجمہ: جہاں تک قربانی کے واجب کو قائم کرنے کے جائز ہونے کی شرائط کا  
معاملہ ہے تو وہ دراصل دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ ہیں جو کہ ہر ما کول اللحم جانور کے  
ذبح کرنے کو عام ہیں۔

اور ایک وہ ہیں جو قربانی کے ساتھ خاص ہیں۔

جو شرائط ہر ما کول اللحم جانور کو عام ہیں، ان کا تو ہم نے کتاب الذبائح میں ذکر  
کر دیا ہے۔

اور جو قربانی کے ساتھ خاص ہیں، تو وہ چند قسم کی ہیں، بعض کا تعلق قربانی واجب  
ہونے والے مکلف کے ساتھ ہے (مثلاً قربانی کی نیت کا ہونا، اور مضحی کا قابل  
شرکت جانور، اونٹ، گائے وغیرہ میں کسی غیر قربت کی نیت والے کو اپنے ساتھ  
بطور مضحی شریک نہ کرنا) اور بعض کا تعلق قربانی کے وقت کے ساتھ ہے، اور بعض کا  
قربانی کے محل (یعنی جانور) کے ساتھ ہے (مثلاً مخصوص جانور کا ہونا، جس کی عمر  
پوری ہو، اور اُس میں کوئی مانع اُضحیہ عیب نہ ہو) (ترجمہ ختم)

پھر اسی فصل میں آگے چل کر امام کا سانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى وَقْتِ التَّضَحِّيَةِ فَهُوَ أَنَّهَا لَا تَجُوزُ قَبْلَ دُخُولِ  
الْوَقْتِ؛ لِأَنَّ الْوَقْتَ كَمَا هُوَ شَرْطُ الْوُجُوبِ فَهُوَ شَرْطُ جَوَازِ إِقَامَةِ



الْوَاجِبُ كَوَقْتِ الصَّلَاةِ، فَلَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يُضَحِّيَ قَبْلَ طُلُوعِ  
الْفَجْرِ الثَّانِي مِنَ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ مِنْ أَيَّامِ النَّحْرِ وَيَجُوزُ بَعْدَ طُلُوعِهِ  
سَوَاءً كَانَ مِنْ أَهْلِ الْمِصْرِ أَوْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى، غَيْرَ أَنَّ لِلْجَوَازِ فِي  
حَقِّ أَهْلِ الْمِصْرِ شَرْطًا زَائِدًا وَهُوَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدِ، لَا  
يَجُوزُ تَقْدِيمُهَا عَلَيْهِ عِنْدَنَا (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۵، ص ۷۳،  
کتاب التضحیہ، فصل فی شرائط جواز إقامة الواجب فی الاضحیہ، دارالکتب  
العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: اور جو (قربانی کے واجب کو قائم کرنے کے جائز ہونے کی شرط) قربانی  
کے وقت سے تعلق رکھتی ہے، وہ یہ ہے کہ قربانی وقت داخل ہونے سے پہلے جائز  
نہیں، کیونکہ وقت جس طرح شرط وجوب ہے، اسی طرح واجب کو قائم کرنے کے  
جائز (یعنی اداء صحیح) ہونے کی بھی شرط ہے، جیسا کہ نماز کا وقت۔  
پس کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایام نحر کے پہلے دن کی صبح صادق سے پہلے قربانی  
کرے، اور صبح صادق کے بعد جائز ہے، چاہے وہ شہری ہو یا دیہاتی۔  
البتہ اہل مصر کے حق میں ایک شرط زائد یہ بھی ہے کہ قربانی عید کی نماز کے بعد ہو،  
ہمارے نزدیک عید کی نماز سے پہلے جائز نہیں (ترجمہ ختم)

اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ:

هَذَا كُلُّهُ فِي بَيَانِ أَوَّلِ الْوَقْتِ لِلتَّضَحِّيَةِ ثُمَّ يَمْتَدُّ وَقْتُ الْأَذَاءِ مِنْ بَعْدِ  
صَلَاةِ الْعِيدِ مِنَ الْيَوْمِ الْعَاشِرِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ لِأَهْلِ الْأَمْصَارِ إِلَى  
غُرُوبِ الشَّمْسِ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِي عَشَرَ فَيَكُونُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَا تَجُوزُ  
التَّضَحِّيَةُ فِي اللَّيْلَةِ الْعَاشِرَةِ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ لِأَنَّهَا تَضَحِّيَةٌ قَبْلَ  
الْوَقْتِ (فتاویٰ قاضی خان، ج ۳، ص ۲۰۶، کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: یہ تمام قربانی کے اول وقت کے بیان میں ہے، پھر وقتِ اداء، شہر والوں کے لئے دس ذی الحجہ کی نماز عید سے لے کر بارہ تاریخ کے غروبِ شمس تک جاری رہتا ہے، پس یہ تین دن ہوئے، اور ذی الحجہ کی دسویں رات میں قربانی جائز نہیں، کیونکہ وہ وقت سے پہلے ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ قربانی کا وقت نماز کے وقت کی طرح ہے کہ وقتِ وجوب بھی ہے، اور وقتِ جواز اور اداء بھی، اور شہر میں عید کی نماز کا ہونا ایک اضافی شرطِ جواز و اداء ہے۔ اور فقہائے اصولیین نے نماز کے وقت کو سببِ وجوب اور شرطِ اداء قرار دیا ہے کہ وقت کے اندر ہی نماز ادا کہلاتی ہے، اور وقت کے نکلنے سے فوت ہو جاتی ہے، اور وقت سے پہلے اس کو پڑھنا جائز نہیں ہوتا۔ ۱

اور فقہائے کرام نے نماز کے وقت کی طرح ہی اُضحیہ کے وقت کی حیثیت ہونے پر کئی مسائل متفرع فرمائے ہیں۔ ۲

۱۔ ثم الوقت يكون ظرفا للاداء وشرطا له وسببا للوجوب، وببانه أنه ظرف للاداء لصحته في أي جزء من أجزاء الوقت أدى، وهذا لان الصلاة عبادة معلومة بأركانها، فإذا لم يطول أو كانها يصير مؤديا في جزء قليل من الوقت، فإذا طول منها ركتا يخرج الوقت قبل أن يصير مؤديا لها، فعرفنا أن الوقت ليس بمعيار ولكنه ظرف للاداء وهو شرط أيضا.

فالاداء إنما يتحقق في الوقت والتأخير عنه يكون تفويتا، ومعلوم أن الاداء بآركان يتحقق من المؤدى قبل خروج الوقت، فعرفنا أن خروج الوقت مفوت باعتبار أنه يفوت به شرط الاداء.

وببانه أنه سبب للوجوب أنه لا يجوز تعجيلها قبله، وأن الواجب تختلف صفة باختلاف الاوقات، فهذا علامة كون الوقت سببا لوجوبها، فاما ما هو الدليل على ذلك نذكره في بيان أسباب الشرائع في موضعه، ثم لا يمكن جعل جميع الوقت سببا للوجوب، لانه ظرف للاداء، فلو جعل جميع الوقت سببا لحصل الاداء قبل وجود السبب أولا يتحقق الاداء فيما هو ظرف للاداء، فإن شهود جميع الوقت لا يكون إلا بعد مضي الوقت، فلا بد أن يجعل جزء من الوقت سببا للوجوب، لانه ليس بين الكل والجزء الذي هو أدنى مقدار معلوم، وإذا تقرر هذا قلنا الجزء الاول من الوقت سبب للوجوب فيأدراكه يثبت حكم الوجوب وصحة أداء الواجب (اصول السرخسی، ج ۱، ص ۳۰، ۳۱)

۲۔ والأصل أن ما وجب كذلك يتعين الجزء الذي أدى فيه للوجوب أو آخر الوقت كما في الصلاة وهو الصحيح وعليه يتخرج ما إذا صار أهلا للوجوب في آخره، بأن أسلم أو أعتق أو أيسر

﴿بقية حاشیائے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بارہ ذی الحجہ کا غروب ہونے کے بعد فقہائے کرام نے قربانی کے قضاء ہو جانے کا حکم فرمایا ہے، کیونکہ وقتِ اداء ختم ہو جاتا ہے جو کہ قربانی کے وقت کے شرط اداء ہونے کی واضح دلیل ہے۔ ۱

اور کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے کہ:

وَأَمَّا شُرُوطُ صَحَّتِهَا فَمِنْهَا السَّلَامَةُ مِنَ الْعُيُوبِ فَلَا تَصِحُّ إِذَا كَانَ فِيهَا عَيْبٌ مِنَ الْعُيُوبِ الْمُفْصَلَةِ فِي الْمَذَاهِبِ..... وَمِنْهَا الْوَقْتُ الْمَخْصُوصُ فَلَا تَصِحُّ إِذَا فَعَلْتَ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ وَفِي بَيَانِهِ تَفْصِيلُ الْمَذَاهِبِ فَإِنْظَرُهُ تَحْتَ الْخَطِّ (الْحَقِيقَةُ قَالُوا: يَدْخُلُ وَقْتُ الْأُضْحِيَّةِ عِنْدَ طُلُوعِ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَهُوَ يَوْمُ الْعِيدِ وَيَسْتَمِرُّ إِلَى

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

أو أقام تلزمه، لا إن ارتد أو أعسر أو سافر في آخره، ولو أعسر بعد خروج صار قيمة شاة صالحة للأضحية ديناً في ذمته، ولو مات المورس في أيامها سقطت، وفي الحقيقة لم تجب (ردالمحتار، ج ۶، ص ۳۱۶، كتاب الأضحية)

ووجه ذلك ما تقرر في علم الأصول من أن وجوب الأداء في المؤقتات التي يفضل الوقت عن أدائها كالصلاة ونحوها إنما يثبت آخر الوقت، إذ هنا يتوجه الخطاب حقيقة لأنه في ذلك الآن يأنم بالترك لا قبله، حتى إذا مات في الوقت لا شيء عليه. والأضحية من هاتيك المؤقتات فتسقط بهلاك المال قبل مضى وقتها، ولا تسقط بهلاكه بعد مضى وقتها لتقرر سبب وجوب أدائها إذ ذاك، بل يلزم قضاؤها بالتصدق بعينها أو بقيمتها، بخلاف الزكاة فإنها من الواجبات المطلقة دون المؤقتة كما نص عليه في علم الأصول (فتح القدير، ج ۹، ص ۵۰۸، كتاب الأضحية) ۱ (قوله ولو تركت التضحية إلخ) شروع فی بیان قضاء الأضحية إذا فاتت عن وقتها فإنها مضمونة بالقضاء في الجملة كما في البدائع.

(قوله ومضت أيامها إلخ) قيد به لما في النهاية: إذا وجبت بإيجابه صريحاً أو بالشراء لها، فإن تصدق بعينها في أيامها فعليه مثلها مكانها، لأن الواجب عليه الإراقة وإنما ينتقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضى أيامها، وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها، لأن الإراقة إنما عرفت قربة في زمان مخصوص ولا تجزیه الصدقة الأولى عما يلزمه بعد لأنها قبل سبب الوجوب اهـ (قوله تصدق بها حية) لوقوع اليأس عن التقرب بالإراقة، وإن تصدق بقيمتها أجزأه أيضاً لأن الواجب هنا التصدق بعينها وهذا مثله فيما هو المقصود اهـ ذخيرة (ردالمحتار، ج ۶، ص ۳۲۰، كتاب الأضحية)

قَبِيلِ غُرُوبِ الْيَوْمِ الثَّالِثِ وَهَذَا الْوَقْتُ لَا يَخْتَلِفُ فِي ذَاتِهِ بِالنِّسْبَةِ  
لِمَنْ يُضَحِّي فِي الْمَضَرِّ أَوْ يُضَحِّي فِي الْقَرْيَةِ وَلَكِنْ يَشْتَرِطُ فِي  
صِحَّتِهَا لِلْمَضَرِّ أَنْ يَكُونَ الذَّبْحُ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدِ وَلَوْ قَبْلَ  
الْخُطْبَةِ..... أَمَّا الْقُرُوءُ سَاكِنُ الْقَرْيَةِ فَإِنَّهُ لَا يَشْتَرِطُ لَهُ ذَلِكَ  
الشَّرْطُ، بَلْ يَذْبَحُ بَعْدَ طُلُوعِ فَجْرِ النَّحْرِ وَإِذَا أَخْطَأَ النَّاسُ فِي يَوْمِ  
الْعِيدِ فَصَلُّوا وَضَحُّوا ثُمَّ بَانَ لَهُمْ أَنَّهُ يَوْمَ عَرَفَةَ أَجَزَّ أَتَهُمْ صَلَاتُهُمْ  
وَأُضْحِيَّتُهُمْ، وَإِذَا تَرَكْتَ ذَبِيحَةَ الْأَضْحِيَّةِ حَتَّى فَاتَتْ وَقْتُهَا يَتَصَدَّقُ  
بِهَا حَيَّةٌ (الفقه على المذاهب الأربعة، لعبد الرحمن الجزيري، ج ١ ص ٢٢٤، مباحث  
الأضحية، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: اور جہاں تک قربانی کی شرائط صحت کا تعلق ہے، تو قربانی کی شرائط صحت  
میں سے جانور کا عیوب سے سالم ہونا ہے، پس مذاہب میں جن عیوب کی تفصیل  
بیان کی گئی ہے، جب ان میں سے کوئی عیب موجود ہو، تو قربانی صحیح نہیں  
ہوتی..... اور قربانی کی شرائط صحت میں سے مخصوص وقت کا ہونا بھی ہے، پس  
قربانی وقت سے پہلے یا وقت کے بعد صحیح نہیں ہوتی، اور اس کے بیان میں  
مذاہب کی تفصیل ہے، جس کو آپ خط کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

حنفیہ نے فرمایا کہ اضحیہ کا وقت یوم النحر یعنی عید کے دن کے طلوع فجر پر شروع  
ہو جاتا ہے، اور تیسرے دن کے غروب تک جاری رہتا ہے، اور یہ وقت اپنی ذات  
میں مختلف نہیں ہوتا، خواہ قربانی کرنے والا شہر میں ہو یا گاؤں میں، لیکن قربانی کی  
صحت کے لئے شہری کے لئے یہ شرط ہے کہ ذبح عید کی نماز کے بعد ہو، اگرچہ  
خطبہ سے پہلے ہو..... جہاں تک دیہات میں سکونت اختیار کرنے والے کا تعلق  
ہے، تو اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے، بلکہ وہ یوم النحر کے طلوع فجر کے بعد ذبح

کر سکتا ہے، اور جب عید کے دن کے بارے میں لوگوں سے خطا ہو جائے، اور وہ نماز پڑھ لیں، اور قربانی کر لیں، پھر ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ تو عرفہ کا دن تھا، تو ان کی نماز اور قربانی جائز ہو جائے گی، اور جب اضحیہ کو ذبح نہ کیا جائے، یہاں تک کہ اس کا وقت فوت ہو جائے، تو اس کو زندہ صدقہ کیا جائے گا (ترجمہ ختم)

مذکورہ عبارت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس طرح قربانی کا وقت داخل ہونے سے پہلے قربانی کے وجوب بلکہ سرے سے قربانی کی حقیقت یعنی مخصوص اراقۃ دم کے قربت ہونے کو وجود نہیں ملتا، اسی طرح قربانی کی ادائیگی جائز و درست اور صحیح ہونے کے لئے وقت کا پایا جانا بھی ضروری ہے، کیونکہ وقت گزرنے کے بعد قربانی ادا نہیں رہتی، بلکہ قضا ہو جاتی ہے، اور اس شرط اداء کا تعلق فعل ذبح سے ہے، جس طرح سے قربانی کے جانور کے عیب سے صحیح سالم ہونے کا تعلق اضحیہ سے ہے۔ اور قربانی کے لئے غناء شرط وجوب ہے، نہ کہ نفس وجوب کا سبب (جیسا کہ بعض حضرات کو غلط فہمی ہوئی)

اور وقت نفس وجوب کا سبب ہونے کے ساتھ ساتھ شرط اداء، یا جواز اداء کی شرط بھی ہے، جس کو بعض نے شرط صحت بھی کہا ہے۔ ۱

۱۔ فقہائے کرام نے شرط اداء اور جواز اداء اور شرط صحت اداء کے الفاظ کے ساتھ اس کی تیسری ہے، جیسا کہ جمعہ کے لئے فقہ حنفی کی رو سے صحر کی شرط کا معاملہ ہے۔

ثم يختص جواز الأداء بأيام النحر وهي ثلاثة أيام عندنا قال -عليه الصلاة والسلام- أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها. فإذا غربت الشمس من اليوم الثالث لم تجز التضحية بعد ذلك (المبسوط لشمس الأئمة السرخسي، ج ۲، ص ۹، باب الأضحية)

أما صفتها فهي واجبة في ظاهر الرواية على الرجل والمرأة الموسر المقيم في الأمصار دون المسافرين -لا يكون قيداً مخرجاً للمقيم بغير الأمصار (تنبيه) ما ذكر من الشرائط شرائط وجوبها وشرائط صحتها تعلم من باقي كلامه ولم يذكر الحرية صريحاً لعلمها من قوله واليسار ولم يذكر العقل والبلوغ لما فيه من الخلاف (حاشية الشرنبلالی على درر الحکام شرح غرر الأحكام، ج ۱ ص ۲۶۵، کتاب الأضحية)

أنه سبب للوجوب وشرط لصحة المؤدى (رد المحتار، ج ۲، ص ۱۴۷، باب الجمعة)

اس سے معلوم ہوا کہ غنی اور مقیم ہونا شرط وجوب ہے، اور شرائط صحت یا شرائط جواز اس کے علاوہ ہیں، اور وہ وہی ہیں، جن کا دیگر فقہائے کرام نے ذکر فرمایا ہے، جن میں وقت اور اضحیہ کا عیب سے سالم اور شہر میں عید کی نماز وغیرہ کا ہونا ہے۔

علاوہ ازیں جانور کا ذبح کرنا قربانی کا رکن رکین ہے، اور رکن کا وقت کے اندر ہونا ادائیگی کی شرط ہے۔ ۱۔

پس جس طرح مضحی کے حق میں سبب وجوب ہونے کی وجہ سے وقت کا تحقق و وجود ضروری ہے، اسی طرح اس کے فعل کی ادائیگی (یعنی ذبح) کے لئے بھی (خواہ اصالتاً ہو یا وکالتاً) شرط اداء ہونے کی وجہ سے وقت کا ہونا ضروری ہے۔

## وقت کے سبب وجوب اور شرط اداء ہونے کے شبہ کا جواب

یہاں یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ وقت کو جب سبب وجوب قرار دے دیا گیا تو اس کو شرط اداء یا شرط جواز کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ایک چیز کا مختلف جہات سے مختلف حیثیات کا حامل ہونا ممکن ہے، جیسا کہ مسلمان ہونا قربانی کی شرط وجوب بھی ہے، اور شرط ادائیگی۔ ۲۔

اور یہی وجہ ہے کہ فقہائے اُصولیین نے عباداتِ موقتہ کے لئے وقت کے بارے میں مختلف

۱۔ (قوله وركنها ذبح إلخ) لأن ركن الشيء ما يقوم به ذلك الشيء والأضحية إنما تقوم بهذا الفعل فكان ركنها نهاية (رد المحتار، ج ۶، ص ۳۱۳، كتاب الأضحية)

(وَأَمَّا) (رُكْنُهَا) : فَذَبْحُ مَا يَجُوزُ ذَبْحُهُ فِي الْأَضْحِيَةِ بِنَيَْةِ الْأَضْحِيَةِ فِي أَيَّامِهَا؛ لِأَنَّ رُكْنَ الشَّيْءِ مَا يَقُومُ بِهِ ذَلِكَ الشَّيْءُ، وَالْأَضْحِيَةُ إِنَّمَا تَقُومُ بِهَذَا الْفِعْلِ فَكَانَ رُكْنًا، كَذَا فِي النَّهَائَةِ (الفتاوى الهندية، ج ۵، ص ۲۹۱، كتاب الأضحية، الباب الأول)

وَأَدَاءُ الرُّكْنِ لَا يَبْصَحُ فِي غَيْرِ وَقْتِهِ كَأَدَاءِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْوَقْتِ (تحفة الفقهاء، ج ۱، ص ۳۹۰، كتاب المناسك، مسألة الحج)

الوقت، وهو شرط لأداء أفعال الحج كالطهارة في باب الصلاة وكذا التحريمة في باب الصلاة عقد على الأداء والشروع يتعقبه (تبيين الحقائق، ج ۲، ص ۴۵، باب التمتع)

فَإِنَّ الْوَقْتَ شَرْطٌ لِأَدَاءِ سَائِرِ الْأَرْكَانِ (الغنية شرح الهداية، ج ۱، ص ۲۸۰، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ الْمَوَاقِيتِ)

۲۔ وأما الإسلام فهو شرط وجوب الصوم وسائر العبادات عندنا خلافاً للشافعي، وهو شرط صحة الأداء بلا خلاف، وللقب المسألة أن الكفار غير مخاطبين بشرائع هي عبادات عندنا خلافاً له (تحفة الفقهاء، ج ۱، ص ۳۵۰، كتاب الصوم)

وَأَمَّا شُرَاطُ أَنْ كَانَهُ فَمِنْهَا الْإِسْلَامُ فَإِنَّهُ كَمَا هُوَ شَرْطُ الْوُجُوبِ، فَهُوَ شَرْطُ جَوَازِ الْأَدَاءِ؛ لِأَنَّ الْحَجَّ عِبَادَةً، وَالْكَافِرَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْعِبَادَةِ (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۶۰، كتاب الحج، فصل شرائط أركان الحج)



حیثیتوں سے مختلف جہات بیان فرمائی ہیں۔

مثلاً وقت سے قبل نماز جائز نہیں ہوتی، اور وقت کے سبب سے ہی نماز واجب ہوتی ہے، اس حیثیت سے وقت نماز کے لئے سبب وجوب ہے۔

اور وقت گزرنے کے بعد نماز کی ادائیگی صحیح نہیں ہوتی، بلکہ قضا ہو جاتی ہے، کیونکہ وقت اس کے لئے شرط ہے، اس حیثیت سے وقت نماز کے لئے شرط ادا یا شرط صحیح اداء ہے۔ ۱

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ تمام وقت سبب وجوب نہیں، بلکہ اس کا وہ جزو سبب ہے، جو اداء سے مقارن متصل ہو، ورنہ آخری وقت سبب وجوب ہے۔ ۲

لہذا یہ شبہ درست نہیں کہ نفس وجوب کے ساتھ، شرط اداء کا اجتماع کیونکر ہو سکتا ہے؟

۱۔ اعلم أن الأوقات لها جهات مختلفة بالحیثیات فمن حیث أن الصلاة لا تجوز قبلها وإنما تجب بها أسباب ومن حیث أن الأداء لا یصح بعدها لإشترط الوقت له وإنما تكون قضاء شروط ومن حیث أنها یجوز فیها أداء الفرض وغيره كالنفل ظروف بخلاف شهر رمضان فإنه معیار للصوم حتی لو نوى نفلا وجبا آخر یقع عن الفرض (حاشیة الطحطاوی علی مرقی الفلاح، ج ۱ ص ۷۳۱) العبادات نوعان مطلقة ومؤقتة أما المطلقة فنوع واحد وأما المؤقتة فأنواع نوع جعل الوقت ظرفا للمؤدی شرط للأداء وسببا للوجوب وهو وقت الصلوات إلا ترى أنه یفضل عن الأداء فكان ظرفا لمعیارا والأداء یفوت بفواته فكان شرطاً والأداء یختلف باختلاف صفة الوقت ویفسد التعجیل قبله فكان سبباً (أصول البزدوی - كنز الوصول الی معرفة الأصول، ج ۱ ص ۳۲)

وإنما ابتداء بیان الوقت؛ لأنه سبب للوجوب وشرط للأداء فكانت له جهتان فی التقديم (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۶۷، کتاب الصلاة)

وإنما عد الوقت من الشروط مع أنه سبب لأنه شرط للأداء وسبب للوجوب (البنایة شرح الهدایة، ج ۲، ص ۴، کتاب الصلاة، تعریف الصلاة)

۲۔ أن الوجوب یضاف إلى کل الوقت إذا فاته الأداء فی الوقت؛ لأننا إنما جعلنا جزءاً من الوقت سبباً ضرورة وقوع الأداء فی الوقت؛ لأن الوقت بعینه شرط الأداء وذلك سبب أيضاً ولا یجوز أن یکون الوقت الواحد ظرفاً وسبباً فجعلنا جزءاً منه سبباً والباقی ظرفاً وهذه الضرورة فیما إذا جعله ظرفاً متحققاً فإذا لم یجعله ظرفاً بأن لم یؤد فی الوقت حتی فاته سقطت الضرورة ووجب العمل بالأصل وهو أن یجعل الوقت سبباً لکماله؛ لأن الإضافة وجدت إلى جمیع الوقت ینال صلاة الظهر والظهر اسم لجمیع الوقت (کشف الاسرار، ج ۱ ص ۲۲۸، باب تقسیم المأمور به فی حکم الوقت، النوع الاول)

## قربانی اور اس کی قضاء قربت غیر معقولہ ہے

قربانی کیونکہ قربت غیر معقولہ ہے، اور یہ وقت کے اندر ہی ان مخصوص شرائط کے ساتھ قربت بنتی ہے، جو نص سے ثابت ہیں، اس لئے اس کو دوسرے مالی وظائف (زکاۃ، صدقہ، فطر، حج وغیرہ) پر قیاس نہیں کیا جاسکتا (جیسا کہ بعض حضرات ایسا کر رہے ہیں) اور وقت ختم ہونے پر حقیقہ کے نزدیک اس کا حکم بالکلیہ ساقط نہیں ہوتا، بلکہ اس کی قضا واجب ہو جاتی ہے، البتہ اس کی قضا مثل غیر معقول کے ساتھ ہوتی ہے، جو کہ تصدق ہے۔ ۱

۱۔ اقول: وليس هذا أيضا بشيء، لأن مراد المصنف هناك فوات أداء الضحية بمضى الوقت لا سقوطها بالكلية في حق المقيم أيضا، فإن الأداء وهو تسليم عين الثابت بالأمر يفوت بمضى الوقت في الواجبات المؤقتة مطلقا، لأن الوقت شرط لأدائها على ما عرف في أصول الفقه. وأما القضاء وهو تسليم مثل الواجب بالأمر فلا يسقط بمضى الوقت، وإنما الفات بمضى شرط الوقت لا غير، وهذا أيضا مما عرف في أصول الفقه، وقد تقرر فيه أيضا أن القضاء قد يكون بمثل معقول كالصلاة للصلاة، وقد يكون بمثل غير معقول كالقضية للصوم وثواب النفقة للحج، وعدوا الأضحية من القسم الثاني وقالوا: إن أداءها في وقتها بإراقة الدم وقضاءها بعد مضي وقتها بالتصدق بعينها أو بقيمتها، فقول ذلك البعض ثم ظاهر قول المصنف وتفوت بمضى الوقت يدل على أن وجوبها ليس بالقدر الممكنة غير مسلم، وقوله وإلا لم تسقط وكان عليه أن يضحى وإن لم يشتر شاة في يوم النحر ليس بصحيح، إذ لم يقل أحد بسقوطها بعد وجوبها حتى يصح قوله وإلا لم تسقط، ولم يقل أحد بصحة أداء المؤقتات بعد مضي وقتها حتى يصح قوله وكان عليه أن يضحى وإن لم يشتر شاة في يوم النحر فإن التضحية بإراقة الدم، وهي إنما تقبل في وقت الأداء لا بعده، وإنما الذي يلزم بعده قضاؤها وهو إنما يكون بالتصدق بعينها أو بقيمتها لا بغيره (فتح القدير، ج ٩، ص ٥٠٤، كتاب الأضحية)

مراد المصنف هناك فوات أداء الضحية بمضى الوقت لا سقوطها بالكلية في حق المقيم أيضا، فإن الأداء وهو تسليم عين الثابت بالأمر يفوت بمضى الوقت في الواجبات المؤقتة مطلقا، لأن الوقت شرط لأدائها على ما عرف في أصول الفقه

وأما القضاء وهو تسليم مثل الواجب بالأمر فلا يسقط بمضى الوقت، وإنما الفات بمضى شرط الوقت لا غير، وهذا أيضا مما عرف في أصول الفقه، وقد تقرر فيه أيضا أن القضاء قد يكون بمثل معقول كالصلاة للصلاة، وقد يكون بمثل غير معقول كالقضية للصوم وثواب النفقة للحج، وعدوا الأضحية من القسم الثاني وقالوا: إن أداءها في وقتها بإراقة الدم وقضاءها بعد مضي وقتها بالتصدق بعينها أو بقيمتها (فتح القدير ج ٩، ص ٥٠٤، كتاب الأضحية)

﴿بقية حاشیائے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے کرام نے قربتِ غیر معقولہ کے لئے ان تمام اوصاف کی رعایت کو ضروری قرار دیا ہے، جو نص سے ثابت ہوں، اسی کو انہوں نے ”نص مورد“ کے ساتھ خاص ہونے سے تعبیر کیا ہے، نیز قربتِ غیر معقولہ کے کسی دوسری چیز پر قیاس کو ممنوع قرار دیا ہے، اور قربانی اصالتاً ہویا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(لَوْ قَلَّمَ) الْأَذَاءَ عَلَى وَقْتِ الْوُجُوبِ؛ لِأَنَّهُ أَدَّى بَعْدَ تَقَرُّرِ السَّبَبِ وَهُوَ رَأْسُ يَمُونُهُ وَيَلِي عَلَيْهِ فَأُضِيبَ التَّحْجِيلُ فِي الزَّكَاةِ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مُدَّةٍ وَمُدَّةٍ (أَوْ آخَرَ) عَنْ وَقْتِهِ وَأَمَّ تَسْقُطُ فَعَلَيْهِ إِخْرَاجُهَا؛ لِأَنَّ وَجْهَ الْقُرْبَةِ فِيهَا مَعْقُولٌ وَهُوَ سُدُّ خَلَّةِ الْمُحْتَاجِ فَلَا يَتَقَدَّرُ وَقْتُ الْأَذَاءِ فِيهَا بِخِلَافِ الْأُضْحِيَّةِ، فَإِنَّ الْقُرْبَةَ فِيهَا إِزَاقَةُ الدِّمِّ وَهِيَ لَمْ تَعْقَلْ قُرْبَةً فَيَقْتَصِرُ عَلَى مُورِدِ النَّصِّ (در الحکام شرح غرر الأحکام، ج ۱، ص ۹۵، کتاب الزکاة، باب الفطرة، أى صدقة الفطر)

لأن مبنى وجوب الزكاة على التيسير، والتيسير في الوجوب من حيث إنه مال لا من حيث إنه العين والصورة، وههنا الواجب في الوقت إراقة الدم، شرعاً غير معقول المعنى فيقتصر الوجوب على مورد الشرع، وبخلاف صدقة الفطر (بدائع الصنائع، ج ۵، ص ۲۶، ۲۷، کتاب التضحية)

بخلاف الأضحية لأنها تكون قربة في زمان مخصوص وأما التصديق بالمال فهو قربة في الأماكن أجمع (غمر عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر، ج ۲، ص ۲۱، كتاب الزكاة)

قلنا الأضحية غير معقولة فلا تكون عبادة إلا في وقت مخصوص بخلاف التصديق..... قلنا هي قربة معقولة على ما بينا فلا تسقط بمضى الوقت كالزكاة بخلاف الأضحية لأن إراقة الدم غير معقول المعنى فلا تكون قربة إلا في وقتها (تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱، ص ۳۱۱، باب صدقة الفطر)

وعلى هذا الأصل حكم الأضحية، فالتقرب بإراقة الدم عرف بنص غير معقول المعنى فيفوت بمضى الوقت، لأن مثله غير مشروع قربة للعبد في غير ذلك الوقت (أصول السرخسی، ج ۱، ص ۵۱، فصل في بيان حكم الواجب بالأمر)

(وأما القضاء فإما بمثل معقول كالصلاة للصلاة، وإما بمثل غير معقول كالفدية للصوم، وثواب النفقة للحج، وكل ما لا يعقل له مثل قربة لا يقضى إلا بنص كالوقوف بعرفة، ورمى الجمار، والأضحية) (التوضيح مع شرحه التلويح، ج ۱، ص ۳۱۹)

وأما القضاء فنوعان إما بمثل معقول فكما ذكرنا وإما بمثل غير معقول فمثل الفدية في الصوم وثواب النفقة في الحج يحتاج النائب؛ لأننا لا نقول المماثلة بين الصوم والفدية لا بصورة ولا معنى فلم يكن مثلاً قياساً..... ولهذا قلنا إن رمى الجمار لا يقضى والوقوف بعرفات والأضحية كذلك (كشف الأسرار، القضاء نوعان)

ذكر الفضلي في فتاويه: وإذا مضى أيام النحر، فقد فاتته الذبح؛ لأن الإراقة إنما عرفت في زمان مخصوص، ولكن يلزمه التصديق بقيمة الأضحية، إذا كان ممن يجب عليه الأضحية (المحيط البرهاني، ج ۲، ص ۹۱، كتاب الأضحية، الفصل الرابع فيما يتعلق بالمكان، والزمان)

﴿بقية حاشيا گئے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

و کالتاً بہر صورت اس کی ادائیگی ایام اضحیہ میں ہی ثابت ہے، مضمی یا اضحیہ کسی ایک کے اعتبار سے بھی وقت سے پہلے یا وقت کے بعد بشکل اراقتہ دم ثابت نہیں، جہاں تک حج کا معاملہ ہے تو اس میں مجنون عنہ کے وقت کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ حج کے مباشر و فاعل کے وقت کا اعتبار ہوتا ہے، کیونکہ یہاں وقت سبب و وجوب نہیں ہے، بلکہ سبب و وجوب بیٹ اللہ ہے، جہاں فاعل کا فعل واقع ہو رہا ہے۔ ۱

اسی طرح صدقہ فطر کا بھی معاملہ ہے کہ صدقہ فطر میں طلوع فجر یوم النحر، سبب و وجوب نہیں، لہذا اس پر بھی قربانی کا قیاس کرنا درست نہیں، اور قیاس مع الفارق کے قبیل سے ہے۔ ۲

### ﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله ( والدلیل علی أنه ) ای وجوب التصدق . کان بهذا الطريق وهو احتمال كونه أصلاً في التضحية لا أنه مثل للأضحية غير معقول كالفدية للصوم ، أنه إذا جاء القابل أي أيام النحر منه لم ينتقل الحكم إلى الأضحية والحال أن هذا وقت يقدر فيه على مثل الأصل أي على مثل أصل الواجب وهو الإراقة إذ الإراقة للإراقة مثل من كل وجه ، أو معناه على المثل الأصلي فيجب أن يسطل الخلف وهو وجوب التصدق ، كما في الفدية يعني من وجب عليه الفدية إذا قدر على الصوم يسقط عنه الفدية وينتقل الحكم إلى الصوم ؛ لأنه المثل الأصلي في الباب ، إلا أنه أي التصدق لما ثبت أصلاً من الوجه الذي بينا وهو أن الأصل في القربات المالية التصدق ، ووقع الحكم به أي حكم الشرع بوجوبه ، لم يسطل بالشك أيضاً وهو أن التصدق إن كان أصلاً لا يسطل بالقدرة على الإراقة ، وإن كانت الإراقة أصلاً يسطل للقدرة على المثل الأصلي كما في الفدية وقد صار كونه أصلاً محكوماً به فلا يسطل بهذا الشك كما لم يسطل الإراقة المنصوص عليها في أيام النحر باحتمال كون التصدق أصلاً (كشف الأسرار، ج ۱، ص ۱۵۶، ۱۵۷، باب الامر، القضاء نوعان)

۱۔ جیسا کہ مفتی رشید احمد صاحب فریدی (مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، سورت، گجرات) فرماتے ہیں کہ:

پس وکیل کا اپنے وقت کے اعتبار سے قربانی کرنا شرعاً ایسا ہی ہے جیسا کہ خود موکل کا وکیل کے مقام میں قربانی کرنا۔ گویا مطالبہ شارع بنیاداً وکیل کی جانب متوجہ ہے۔ جیسے مستطیع معذور کی طرف سے حج کرنے والا ارکان و واجبات کی ادائیگی میں مقامات اداء کے اوقات کی رعایت کرتا ہے اور شرعاً اسی کا اعتبار ہے نہ کہ مجنون عنہ کے وقت کا (ماہنامہ دارالعلوم، مئبر، اکتوبر 2010ء، ص ۳۵، ۳۶)

عرض ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے، حج میں وقت سبب و وجوب نہیں، برخلاف نماز اور اضحیہ کے۔

۲۔ جیسا کہ مفتی رشید احمد صاحب فریدی (مدرسہ مفتاح العلوم، تراج، سورت، گجرات) فرماتے ہیں کہ:

صدقہ الفطر کے لئے وقت خاص یعنی طلوع صبح یوم الفطر شرط ہے وجوب اداء کی نہ کہ نفس وجوب کی۔ پس اگر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس اگر سبب وجوب ختم ہو گیا، اور وقت کے اندر قربانی کی ادائیگی نہیں پائی گئی تو اس کی قضاء بصورت تصدق واجب ہو جائے گی، اور صرف ذبح یا ارقہ دم کافی نہ ہوگا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقت خاص کو نفس وجوب میں موثر مائیں تو لازم آئے گا کہ مالک نصاب ہونے کے باوجود طلوع فجر یوم الفطر سے پہلے صدقہ ادا کرنا صحیح نہ ہو۔ اور جب باتفاق احناف اور طاہر الروایت کے مطابق صبح صادق سے قبل صدقہ الفطر ادا کرنا صحیح ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ وقت خاص کو نفس وجوب میں قطعاً دخل نہیں ہے (ماہنامہ دارالعلوم، ستمبر، اکتوبر 2010ء، ص ۴۶)

صدقہ فطر میں طلوع فجر یوم الفطر سبب وجوب نہیں ہے، بلکہ شرط وجوب ہے، اور سبب وجوب رأس ہے، لہذا سبب وجوب کے پائے جانے کے بعد صدقہ فطر ادا کرنا جائز ہے، جیسا کہ نصاب کے بعد حولانِ حول سے پہلے زکاة کا ادا کرنا اور غناء و یسار کے بغیر فقیر کا سبب وجوب کے بعد قربانی کرنا۔ اور صدقہ فطر کو قربت موقتہ قرار دینا بھی محل نظر ہے۔

والامر ای المامور به نوعان، مطلق عن الوقت، بحيث لا يفوت الاداء بفواته كالزكاة وكذا صدقة الفطر على الصحيح (شرح المنار مع شرحه شرح المنار، ص ۵۴، مبحث الامر) والامر نوعان، مطلق عن الوقت، ای احدهما امر مطلق غیر مقید بوقت يفوته كالزكاة وصدقہ الفطر فانهما بعد وجوب السبب ای ملك المال والرأس والشرط ای حولان الحول ويوم الفطر لا يتقيدان بوقت يفوتان بفوته، بل كلما ادى يكون اداء الا قضاء (نور الانوار، ص ۵۶، مبحث الامر، كون الامر المقيد اربعة انواع)

ولو عجل صدقة الفطر على يوم الفطر ذكر الكرخيانه إذا عجل بيوم أو يومين جاز ولم يذكر أنه لو عجل بأكثر من ذلك هل يجوز، وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه يجوز التعجيل بسنة وستين وعن خلف بن أيوب أنه يجوز التعجيل بشهر لا غير، وعن الحسن أنه قال لا يجوز التعجيل ولا يجوز دون يوم الفطر ولو لم يؤد يوم الفطر تسقط عنه، والصحيح رواية الحسن بن زياد لأن سبب الوجوب هو رأس يموه لولا يته عليه والوقت شرط الوجوب والتعجيل بعد سبب الوجوب جائز كما في الزكاة، وأما وقت الأداء فهو يوم الفطر من أوله إلى آخره ثم بعده يسقط الأداء ويجب القضاء عند بعض أصحابنا، وعند بعضهم وهو الأصح أنها تجب وجوباً موسعاً لكن المستحب أن يؤدى قبل الخروج إلى المصلى (تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۳۹، ۳۴۰، باب صدقة الفطر) قربانی قربت غیر معقولہ اور موقتہ ہے، اس میں جمع ماورد بہ الشرع کی فعل اور محل کے لحاظ سے رعایت ضروری ہے، جس میں وقت بھی داخل ہے، لہذا اس کا کسی دوسری چیز پر قیاس درست نہیں۔

وهو غير معقول المعنى، فيعتبر جميع ما ورد به الشرع من رعاية الفعل والمحل (البنایة شرح الهدایة، ج ۱ ص ۵۹۳، کتاب الطہارات، باب المسح علی الخفین)

## خلاصہ بحث

اب تک کی گزشتہ تمام تر تفصیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ قربانی کا وقت مکلف کے ذمہ کے لئے سبب وجوب ہے، لہذا وقت سے پہلے قربانی درست نہیں ہوتی، اور وقت قربانی کی ادائیگی کے لئے شرط اداء ہے، اور سبب وجوب قربانی کی ادائیگی کے عمل سے مقدم و متصل ہوتا ہے، ورنہ قربانی کا عمل ادا نہیں کہلاتا، اور وقت میں ادا کا عمل نہ پائے جانے اور وقت کے ختم ہو جانے سے یہ عمل قضاء ہو جاتا ہے۔

اب اگر مضحیٰ اور اضحیہ دونوں کا مقام متحد ہے یا مختلف ہے، لیکن دونوں مقامات کے اوقات متحد ہیں، تو قربانی کا وقت (ابتداء و انتہاء) دونوں کے حق میں ساتھ ساتھ ہوگا۔ لیکن اگر مضحیٰ (یعنی قربانی کا مالک) ایک مقام پر ہے، اور اس کا اضحیہ (یعنی قربانی کا جانور) دور دراز ایسے مقام پر ہے کہ دونوں مقام کے اوقات میں تفاوت پایا جاتا ہے، تو فقہ حنفی کی رو سے اس مضحیٰ کی قربانی کی ادائیگی درست ہونے کے لئے ضروری ہوگا کہ مضحیٰ کے حق میں سبب وجوب (یعنی وقت) متحقق و موجود ہو، کیونکہ سبب وجوب کا تعلق مضحیٰ یا مکلف کے ذمہ سے ہے۔ ۱۔

اور پھر یہ سبب وجوب اس کی قربانی کی ادائیگی یعنی ذبح کے عمل کے ساتھ مقارن و متصل بھی ہو، کیونکہ وقت کا ہونا قربانی کے لئے شرط اداء بھی ہے، اور الغرض مقام مضحیٰ اور مقام اضحیہ دونوں مقامات پر قربانی کا وقت موجود ہو۔

اور اگر اضحیہ کسی شہر میں ہے، تو ایک اضافی شرط اداء کی رو سے قربانی کی ادائیگی کا عمل درست و جائز ہونے کے لئے وہاں عید کی نماز کا ہونا بھی ضروری ہوگا۔

۱۔ وَالْفَرْقُ بَيْنَ نَفْسِ الْمُجُوبِ وَوُجُوبِ الْأَدَاءِ أَنَّ الْأَوَّلَ هُوَ اشْتِغَالُ ذِمَّةِ الْمُكَلَّفِ بِالشَّيْءِ، وَالثَّانِي هُوَ لُزُومُ تَفْرِيعِ الذِّمَّةِ عَمَّا تَعَلَّقَ بِهَا فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ سَبَبٍ حَقٍّ فِي ذِمَّتِهِ (التوضيح في حل غوامض التنقيح مع شرح التلويح ج ۱ ص ۳۹۲، الباب الثاني، فصل المأمور به نوعان مطلق وموقت، لعبد الله بن مسعود المحجوبى البخارى الحنفى)



اب ہم مذکورہ موقف کی تائید میں چند فتاویٰ نقل کرتے ہیں۔ بعض اہل علم کی طرف سے ان فتاویٰ پر وارد ہونے والے بعض شبہات کے جوابات اور تحقیق طلب امور کی وضاحت ہم نے حسب ضرورت حواشی میں کر دی ہے۔

## دارالعلوم کراچی کا فتویٰ

قربانی واجب ہونے میں قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے، جانور کی جگہ کا اعتبار نہیں کیا فرماتے ہیں علمائے کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ:

جو پاکستانی پاکستان میں رہ رہا ہو، اور وہ اپنی قربانی مثلاً افغانستان میں کراتا ہے، اور افغانستان میں عید ایک دن قبل ہو جائے، جیسا کہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے، اور اس کا جانور وہاں پر پہلے دن ذبح ہو جائے، تو یہ قربانی شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

مستفتی: محمد عبداللہ، کراچی

الجواب حامداً ومصلیاً!

قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے جو کہ یومِ نحر کے طلوعِ صبح صادق سے شروع ہو کر بارہویں تاریخ کے غروبِ آفتاب تک ہے۔

۱۔ مندرجہ بالا موقف کے برعکس بعض حضرات کو وقت کے بارے میں نفس وجوب کا سبب ہونا تسلیم نہیں، اور وہ اسے سبب وجوب اداء قرار دیتے ہیں؛ یہ سخت غلط فہمی ہے، کیونکہ اولاً تو فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق وقت کا، نفس وجوب کا سبب ہونا بلا شک و شبہ درست ہے، دوسرے وجوب اداء کا سبب قرار دینے کے بعد بھی اس کے نتیجے سے کوئی مفر نہیں، کیونکہ جب ان حضرات کی طرف سے وجوب اداء کا سبب قرار دیا جا رہا ہے، تو اس کا سبب وجوب ہونا پھر بھی برقرار ہے، سوائے اس کے کہ اداء کا اضافہ کر دیا گیا ہے، اور سبب کے بعد ہی مسبب کا حکم ہوتا ہے؛ لہذا وقت کے داخل ہونے سے پہلے قربانی کرنا پھر بھی معتبر نہیں ہوگا۔

نفس الوجوب الذی مناطه وجود السبب (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲، ص ۳۵۷، باب صدقة الفطر) لَا يَكْبُتُ بِالسَّبَبِ إِلَّا نَفْسُ الْوُجُوبِ (كشف الأسرار، ج ۱، ص ۱۳۹، بَابُ الْأَمْرِ) أَنَّ نَفْسَ الْوُجُوبِ بِالسَّبَبِ وَوُجُوبُ الْأَدَاءِ بِالْخِطَابِ إِنْجَمَاعُهُمْ (كشف الأسرار، ج ۲، ص ۳۴۲، بَابُ بَيَانِ أَسْبَابِ الشَّرَائِعِ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ”غنی“، یعنی مالکِ نصاب ہونا یہ شرط وجوب ہے، اور مثلاً شہری کے حق میں قربانی کا نماز عید کے بعد انجام دینا یہ شرط اداء ہے۔ ۱۔  
اس کا مطلب یہ ہوا کہ یومِ نحر کے طلوعِ صبح صادق سے پہلے قربانی کا سرے سے وجوب ہی نہیں ہوتا، جیسا کہ نماز ہے کہ وقتِ نماز داخل ہونے سے پہلے نماز فرض ہی نہیں ہوتی، لہذا اگر کسی نے وقت داخل ہونے سے پہلے نماز ادا کی تو فرض ادا نہیں ہوگا، اسی طرح اگر کسی نے یومِ نحر سے پہلے قربانی کی یا کرائی تو وہ بھی شرعاً معتبر نہیں ہوگی۔ ۲۔

### ﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نفس الوجوب فی الذمة بوجود السبب (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۱، ص ۳۲۰، کتاب الصوم)  
اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ سبب وجوب، اداء کا ہی متقاضی ہوتا ہے نہ کہ قضاء کا، البتہ جب سبب وجوب گزر جائے تو پھر ادائیگی کے لئے بشکل قضاء عامہ فقہاء کے نزدیک یہی وقت سبب وجوب بن جاتا ہے، اور قضاء کے مقابلے میں ہی عموماً فقہائے کرام سبب وجوب اداء کا لفظ استعمال فرماتے ہیں۔

وسبب القضاء هو سبب وجوب الأداء (تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۳۱۳، کتاب الصوم)  
وَسَبَبُ الْقَضَاءِ هُوَ سَبَبُ وُجُوبِ الْأَدَاءِ هَكَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ (الفتاوى الهندية، ج ۱، ص ۱۹۴، کتاب الصوم، الباب الأول)

وجوب القضاء فرع وجوب الأداء (تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۳۳۲، کتاب الصوم، فصل فی العوارض)  
البتہ اگر کسی کی مراد یہ ہو کہ وقت سبب وجوب ہونے کے بجائے قربانی کے لئے غناء کی طرح شرط وجوب ہے، اور جس طرح شرط وجوب (مثلاً غناء) کے بغیر بھی قربانی جائز ہے، اگرچہ اُس پر واجب نہ ہو، تو یہ صریح غلط فہمی اور سبب وجوب میں خلط بحث پڑتی ہے، کیونکہ قربانی کے وقت کا سبب وجوب اور اس کے مقابلے میں غناء کا شرط وجوب ہونا فقہائے کرام نے بقررت بیان فرمایا ہے۔ کما مر

اعلم أن بعض العلماء لا يدر كون الفرق بين نفس الوجوب ووجوب الأداء ويقولون إن الوجوب لا ينصرف إلا إلى الفعل وهو الأداء فبالضرورة يكون نفس الوجوب هي نفس وجوب الأداء فلا يبقى فرق بينهما ولله در من أبدع الفرق بينهما (التوضيح مع شرحه التلويح، ج ۱، ص ۳۸۰)  
۱۔ یعنی اضافی شرط اداء ہے، کیونکہ خود قربانی کے وقت کا ہونا بھی سبب وجوب ہونے کے ساتھ ساتھ نماز کے وقت کی طرح شرط اداء ہے۔ کما مر۔ محمد رضوان۔

۲۔ یعنی نماز کا پڑھنا فرض درجے میں معتبر نہیں ہوگا، البتہ وہ نماز نفل بن جائے گی، کیونکہ نفل کے لئے وقت مقرر نہیں، مکروہ اوقات کو چھوڑ کر دیگر اوقات میں نوافل کا پڑھنا جائز ہے؛ برخلاف اضحیٰ کے کہ یہ وقت سے پہلے سرے سے معتبر ہی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے کرام کی وہ عبارات جن سے صراحتاً یا دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی میں مکانِ اضحیہ کا اعتبار ہے، ان عبارات کا تعلق ”اداء“ سے ہے اور قربانی کے سلسلہ میں ”اداء“ میں بلاشبہ مکانِ اضحیہ کا اعتبار ہے، کیونکہ اداء فعل ہے، اور فعل کا محل مال ہے جو کہ صورتِ مسئولہ میں جانور ہے۔ ۱۔

اور پھر اسی پر فقہائے کرام نے کئی مسائل متفرع کئے ہیں، مثلاً:

(۱) شہری آدمی اگر اپنا جانور دیہات میں بھیج دے، اور وہ خود شہر میں ہے، تو یہ جانور دیہات میں اگر طلوع فجر کے ساتھ ہی ذبح ہوا، تو بھی یہ قربانی شرعاً معتبر ہوگی، اگرچہ ابھی اصل قربانی کنندہ کے شہر میں نمازِ عید نہ ہوئی ہو۔

(۲) مسئلہ نمبر ۱ کے برعکس اگر دیہاتی اپنا جانور شہر کو بھیج دے، اور خود وہ دیہات میں ہے، تو یہ جانور شہر میں اگر طلوع فجر کے ساتھ ذبح ہوا، تو قربانی شرعاً معتبر نہیں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

نہیں ہوتی، کیونکہ وقت سے پہلے اراقہ دم کی صورت میں نفل قربانی کا بھی وقت مشروع نہیں، اس لئے وہ ایک عام ذبیحہ ہو جائے گا، جو گوشت کھانے کے کام میں آئے گا، اس سے فرض یا نفل درجہ میں کسی بھی طرح نساک اداء نہیں ہوگا۔

كما: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ، وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ (بخاری، رقم الحديث ۵۴۲۶، کتاب الاضاحی، باب سنة الاضحية)

محمد رضوان

۱۔ اور فقہائے کرام نے جہاں کہیں بھی حج وغیرہ میں فاعل یا مابشر کے محل کا اعتبار کیا ہے، اس کا تعلق نفس وجوب کے تحقق و وجود کے بعد ہی، اداء سے ہے، کیونکہ جب تک مکلف کے حق میں نفس وجوب تحقق نہ ہو، اس وقت تک خود اس کا یا اس کے نائب و وکیل کا اداء کرنا معتبر نہیں کہلاتا، اور حج کا سبب وجوب بیعت اللہ ہے، اور وہ ہر وقت موجود ہے، اور فاعل کے ساتھ اس کا اتصال مکانی بھی ہے، لہذا حج بدل کرنے والے کے حق میں اداء کا وقت معتبر ہوگا، اور قربانی کے دکانا کرنے کو حج بدل پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا، نفس وجوب کے تحقق کے بغیر اداء کے عمل کا اصالتاً یا کالاتاً معتبر ہونا کسی فقہی قاعدہ سے ثابت نہیں، بلکہ فقہاء کی تصریح کے مطابق سبب کو سبب پر مقدم کرنا جائز نہیں، اور جب وقت میں مسببیت اور شرطیت دونوں جمع ہوں، تو تقدیم جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

وتقديم المسبب على السبب لا يجوز اصلاً وههنا لما اجتمعت الشرطية والسببية فلا جرم ان لا يجوز التقديم على الوقت (نور الانوار، ص ۵۷، مبحث الامر، كون الامر المقيد اربعة انواع)

ہوگی، حالانکہ اصل ذبح کرانے والے کے ہاں عید کی نماز واجب ہی نہیں۔

(۳) زید خود کراچی میں ہے، اور اس کے اہل و عیال پشاور میں ہیں، وہ اپنے گھر والوں کو خط میں لکھتا ہے کہ پشاور میں میری طرف سے قربانی کے طور پر بکرا مثلاً ذبح کریں، چنانچہ وہ لوگ ذبح کر لیتے ہیں، تو اس کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں پشاور میں نماز عید ادا ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار ہوگا، نہ کہ کراچی کا، جہاں قربانی کرانے والا یعنی زید رہ رہا ہے۔

ان تمام مثالوں کا تعلق اداء سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اداء میں مکانِ اضحیہ کا اعتبار ہے۔

لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ ”اداء“ کا اعتبار اس وقت ہوگا جب اس عمل کا پہلے سے مکلف کے ذمہ نفس وجوب ہو چکا ہو، جیسا کہ شروع میں مذکور ہوا، کیونکہ وجوب سے قبل اداء کا اعتبار نہیں، اور نفس وجوب کا تعلق ذمہ مکلف سے ہوتا ہے اور ذمہ کا محل مکلف ہے، مال نہیں، لہذا نفس وجوب میں مکلف (فاعل) کے محل کا اعتبار ہوگا اور نفس وجوب کا سبب یومِ نحر ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحہ میں مذکور ہوا، لہذا نفس وجوب میں یہ دیکھا جائے گا کہ جہاں مضحی (قربانی کرنے کرانے والا) رہ رہا ہے، وہاں یومِ نحر ہو چکا ہے یا نہیں، اگر یومِ نحر ہو چکا ہے تو نفس وجوب ہو گیا، اب دیگر شرائط کے پائے جانے کی صورت میں خود قربانی کرے یا اس کی اجازت سے دوسرا کوئی آدمی کرے، دونوں صورتوں میں یہ قربانی شرعاً اداء ہو جائے گی۔ ۱۔

۱۔ مذکورہ بالا عبارت اپنے مفہوم و مدعا پر بالکل واضح اور اصول فقہ کے مطابق ہے، مگر بعض حضرات کو اس عبارت کا مطلب سمجھنے میں غلط فہمی ہونے سے طرح طرح کے شبہات ہیں، اس عبارت میں وقت کو نفس وجوب کا سبب قرار دیا گیا ہے، نہ کہ شرط وجوب یا شرط اداء، پھر نفس وجوب کے بعد قربانی کی ادائیگی کو دیگر شرائط پائی جانے پر درست قرار دیا گیا ہے، جو کہ بالکل درست ہے، جب تک اس کے خلاف فقہی تصریح نہ پیش کی جائے، شک و شبہ اور خلطِ بحث پیدا کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن مٹھی جہاں رہ رہا ہے وہاں یومِ نحر اگر نہیں ہوا ہے، تو جس طرح اس وقت یہ خود قربانی نہیں کر سکتا، اسی طرح اس کی طرف سے کوئی اور بھی نہیں کر سکتا، اگرچہ وکیل (دوسرا شخص) کے شہر یا ملک میں یومِ نحر شروع ہو چکا ہو۔ ۱۔

اس تفصیل سے یہ بات بالکل صاف طور پر معلوم ہو گئی کہ اگر کوئی شخص مثلاً پاکستان میں رہ رہا ہے، اور وہ اپنی قربانی مثلاً افغانستان میں کراتا ہے، تو نفسِ وجوب کے وقت میں پاکستان کا اعتبار ہوگا، لہذا اگر افغانستان میں پاکستان سے ایک دن پہلے عید الاضحیٰ ہوئی، اور اس پاکستانی کا جانور افغانستان میں پہلے دن ذبح ہوا، تو یہ قربانی شرعاً معتبر نہیں ہوگی۔

اس لئے دوسرے ممالک میں قربانی کرانے والوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے وکیلوں کو اس بات کا پابند بنائیں کہ ہمارے جانور کو اس دن ذبح کریں، جس دن ہمارے یہاں بھی ایامِ نحر میں سے کوئی دن ہو۔

مذکورہ بالا اصول سے ضمناً ایک اور مسئلہ کا حکم بھی معلوم ہوا، اور وہ یہ ہے کہ مثلاً برطانیہ کا وقت پاکستان کے وقت سے پانچ گھنٹے پیچھے ہے، مثلاً جب پاکستان میں ساڑھے چھ بج رہے ہوتے ہیں، تو اس وقت برطانیہ میں رات کا ڈیڑھ بج رہا ہوتا

### ﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

پس بعض حضرات کا یہ سمجھنا کہ یومِ النحر سے اگر نفسِ وجوب ہو جائے تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ اگر کوئی مالدار، ایامِ نحر کے ختم ہونے سے پہلے فقیر ہو جائے، تو اس پر قربانی واجب ہونی چاہئے، حالانکہ اس سے قربانی کا وجوب ہی ساقط ہو جاتا ہے۔ یہ درست نہیں، کیونکہ صرف نفسِ وجوب سے قربانی کا ادا کرنا واجب نہیں ہوا کرتا، جب تک کہ شرائطِ وجوب نہ پائی جائیں، اور اگر نفسِ وجوب کے بعد شرائطِ وجوب پائی گئیں، لیکن آخری وقت سے پہلے مثلاً وہ فقیر ہو گیا، تو اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی، کیونکہ اس کے حق میں سببِ وجوب یہی آخری وقت تھا، جس میں اس پر قربانی ادا کرنا واجب نہیں تھا، پس نفسِ وجوب اور وجوبِ اداء میں فرق کا لحاظ نہ کرنا غلط فہمی کا باعث ہے۔ محمد رضوان۔

۱۔ اور اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کے حق میں سببِ وجوب شروع و متحقق نہ ہوا، تو جس طرح اس وقت اس کو اصالتاً قربانی کرنا جائز نہیں، اسی طرح اس عمل کا وکالتاً کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ اس وقت وکیل کے ذبح کرنے کا عمل مکمل کی طرف منسوب ہوگا، اور وقت داخل ہونے سے پہلے قربانی کرنا کہلائے گا۔ محمد رضوان۔

ہے، لہذا اگر ایک آدمی برطانیہ میں رہ رہا ہے، اور وہ اپنی قربانی پاکستان میں کراتا ہے، تو جب تک برطانیہ میں یومِ نحر کی صبح صادق طلوع نہ ہو، اس وقت تک اس کا جانور پاکستان میں ذبح کرنا درست اور معتبر نہیں، لان نفس الوجوب لم يتحقق في ذمته، كما مر.

في فتح القدير:

ان سبب وجوب الاضحية الوقت وهو ايام النحر والغنى شرط الوجوب اهـ ج (٢٢٥:٨)

وفي البدائع:

اما شرائط الوجوب... الغنى لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال "من وجد سعة فليضح" شرط عليه الصلاة والسلام السعة وهو الغنى اهـ (٢٣:٥)

وفي الهنديّة:

واما شرائط الوجوب منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر اهـ (٢٩٢:٥)

وفي رد المحتار:

فاول وقتها في حق المصري والقروى طلوع الفجر الا انه شرط للمصري تقديم الصلاة عليها، فعدم الجواز لفقد الشرط لالعدم الوقت اهـ (٣٦٠:٩)

وفي البدائع:

فاذا طلع الفجر من اليوم الاول فقد دخل وقت الوجوب فتجب عند اجتماع شرائط الوجوب، ثم لجواز الاداء بعد ذلك شرائط اخر نذكرها في موضعها ان شاء الله تعالى (٦٥:٥)

وفيه:

فاما الذي يرجع الى وقت التضحية فهو انها لا تجوز قبل دخول الوقت لان الوقت كما شرط الوجوب فهو شرط جواز اقامة الواجب كوقت الصلاة اهـ (٦٥:٥)

وفي البحر الرائق:

والمعتبر في ذلك مكان الاضحية حتى لو كان في السواد والمضحى في المصر يجوز كما انشق الفجر، وفي العكس لا يجوز، الا بعد الصلاة.... ولانها تشبه زكاة فيعتبر في الاداء مكان المحل وهو المال، لامكان الفاعل، بخلاف صدقة الفطر حيث يعتبر فيها مكان الفاعل لانها تتعلق بالذمة، والمال ليس بمحل لها اهـ (١٤٥:٨)

وفي الطحطاوى على الدر:

"قوله" والمعتبر مكان الاضحية حتى لو كانت بالسواد والمضحى في المصر يجوز كما انشق الفجر، وفي العكس لا يجوز الا بعد الصلاة، وهذا بخلاف صدقة الفطر، حيث يعتبر فيه مكان الفاعل لانها تتعلق بالذمة، والمال ليس محلا لها اهـ (١٢٣:٣) هكذا في الشامية (٢٦١:٩، بيروت) والبدائع (٦٥:٥) ومجمع الانهر (ص ٥١٨)



وفي الخاتمة:

ويعتبر مكان المذبح لامكان المالك، وفي صدقة الفطر يعتبر مكان المولى لامكان العبيد في قول محمد وابي يوسف الاول رحمهما الله تعالى، فراجع ابو يوسف رحمه الله وقال يعتبر مكان العبيد اهـ (٣: ٣٣٥)

وفي الدرالمختار:

ويقوم في البلد الذي المال فيه، اهـ، وفي الشامية: فلو بعث عبدا للتجارة في بلد آخر يقوم في البلد الذي فيه العبد، بحر (٢: ٢٨٦)

وفي ردالمحتار:

ويعتبر في الزكاة مكان المال في الروايات كلها، واختلف في صدقة الفطر كما يأتي اهـ (٢: ٣٥٣)

وفي الدرالمختار:

والمعتبر في الزكاة فقراء مكان المال، وفي الوصية مكان الموصى، وفي الفطرة مكان المؤدى، وهو الاصح اهـ (٢: ٣٥٦)

وفي فتاوى قاضيخان:

ولو كان هو في مصر وقت الاضحية واهله في مصر آخر فكتب الى الاهل وامرهم بالتضحية، في ظاهر الرواية يعتبر مكان الاضحية (٣: ٣٣٥)

والله تعالى اعلم وعلمه اتم واحكم

عصمت الله عصمه الله

دارالافتاء دارالعلوم كراچی - ١٥/٨/١٤٢٠ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ، دارالافتاء دارالعلوم کراچی ١٥/٨/١٤٢٠ھ

الجواب صحیح: محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ، ١٥/٨/١٤٢٠ھ

الجواب صحیح: احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ١٦/٨/١٤٢٠ھ

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ، ١٨/٨/١٤٢٠ھ

بندہ عبدالرؤف سکھروی، دارالافتاء دارالعلوم کراچی، ٢٠/٨/١٤٢٠ھ

الجواب صحیح: محمد عبدالمنان عفی عنہ، ٢١/٨/١٤٢٠ھ

الجواب صحیح: اصغر علی ربانی، ٢٢/شعبان/١٤٢٠ھ

الجواب صحیح: محمد کمال الدین راشدی، دارالافتاء دارالعلوم کراچی، ٢٢/٨/١٤٢٠ھ

حسین احمد، ۲۳/۸/۱۴۲۰، فتویٰ نمبر ۳۹۳/۱

(ماخوذ از ماہنامہ ”البلاغ“ دارالعلوم کراچی، ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ، صفحہ ۴۹۳ تا ۴۹۴)

دارالعلوم کراچی کے فتوے میں جو حکم بیان کیا گیا ہے، وہ صورتِ مسئلہ (یا استفتاء) کے مطابق ہے، اس لئے اس فتوے میں مسئلہ ہذا کی متعلقہ تمام صورتوں سے تعرض نہیں کیا گیا۔

## جامعہ بنوری ٹاؤن (کراچی) کا فتویٰ

صاحبِ قربانی یا جانور، قربانی میں کس کی جگہ کا اعتبار ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ :

اگر کوئی برطانیہ میں مقیم ہو اور وہ پاکستان میں کسی کو اپنا وکیل بنا دے کہ آپ میری طرف سے قربانی کریں چونکہ عموماً برطانیہ والے پاکستان سے دو دن پہلے عید کرتے ہیں یعنی جس دن پاکستان میں عید ہوتی ہے وہ ان کا تیسرا دن ہوتا ہے اور جب پاکستان میں عید کا دوسرا دن ہوتا ہے تو ان کے ایام ختم ہو چکے ہوتے ہیں تو کیا یہ وکیل ان کی طرف سے دوسرے دن میں قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی قربانی میں، قربانی کرنے والے کے مقام کا اعتبار ہوتا ہے یا جانور کے مقام کا؟ جبکہ فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ: جانور کے مقام کا اعتبار ہوگا (جلد ۱، صفحہ ۴۰ دارالاشاعت، کراچی) اور دارالافتاء دارالعلوم کراچی سے فتویٰ دیا گیا ہے کہ قربانی کرنے والے کے مقام کا اعتبار ہوگا جس کی فوٹو کا پی ساتھ منسلک کی جاتی ہے برائے کرم اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ مستفتی: ارشاد الرحمن ویسہ انک

الجواب ومنہ الصدق والصواب

بطور تمہید چند امور کا ابتداء میں ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ اصل مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ واضح رہے کہ شریعتِ مطہرہ میں قربانی کا تعلق چونکہ مخصوص ایام و مخصوص زمانہ کے

ساتھ رکھا گیا ہے اس لئے فقہائے کرام نے قربانی کے وجوب کے لئے بنیادی اعتبار سے دو شرطیں ضروری قرار دی ہیں:

ایک یہ کہ نفس وجوب پایا جائے یعنی ایام نحر کے مخصوص ایام شروع ہو جائیں، جو ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے لے کر بارہویں ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے سے پہلے تک ہے، یعنی مذکورہ ایام کا دخول قربانی کے نفس وجوب کے لئے بنیادی شرط ہے، ان تین ایام میں جس دن بھی چاہے قربانی کرنا جائز ہے، ان دنوں کے علاوہ میں قربانی کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:

وايام النحر ثلاثة: يوم الاضحى وهو اليوم العاشر من ذى الحجة والحادى عشر والثانى عشر بعد طلوع الفجر من اليوم الاول الى غروب الشمس من اليوم الثانى عشر (كتاب: التضحية، ط: دار احياء التراث العربى. كذا فى الهنديه الاضحيه الباب الثالث: فى وقت الاضحية، ط:

رشيديه)

ان ایام کے گزرنے کے بعد بھی قربانی کرنا جائز نہیں ہوگا۔ جیسا کہ فتح القدير میں ہے:

ولو ذهب الوقت تسقط الاضحية (كتاب الاضحية، ط: رشيديه)

دوسری شرط یہ کہ وجوب بھی ہو اور وہ غنی (مالداری) ہے یعنی اس شخص پر قربانی واجب ہو جاتی ہے جو مقدار نصاب یا اس سے زائد کا مالک ہو یا اس کی ملکیت میں ضرورت سے زائد اتنا سامان ہو جس کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد ہو یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد دیگر اشیاء اس کی ملکیت میں ہوں۔

جیسا کہ الدر مع الرد میں ہے:

وشرائطها ای شرائط وجوبها : الاسلام والاقامة واليسار الذى يتعلق به وجوب صدقة الفطر . وفى الشامية : (قوله : واليسار) بان ملك مائتى درهم او عرضاً يساويها غير مسكنه وثياب اللبس او متاع يحتاجه الى ان يذبح الاضحية ولوله عقار يستغله فقيل : تلزم لو قيمته نصاباً وصاحب الثياب الاربعة لو ساوى الرابع نصاباً غنى وثلاثة فلا الخ . (الاضحية، ط: سعيد)

غرض یہ کہ یہ دو چیزیں قربانی کے وجوب کے لئے بنیادی شرطیں ہیں، لہذا پہلی شرط کے مطابق وقت کے داخل ہونے کے بعد ہی قربانی کرنا جائز ہوگا نہ وقت سے پہلے جائز ہے اور نہ ہی وقت کے ختم ہونے کے بعد جائز ہے۔ جیسا کہ شرح العنایہ علی ہامش فتح القدر میں ہے:

فلا يجوز فى ليلة النحر البتة لوقوعها قبل وقتها ولا فى ليلة التشريق المحض لخروجه (كتاب الاضحية، ط: رشيديه)

نیز قربانی کرنے والا جس ملک میں موجود ہے اس ملک کے ایام النحر کا اعتبار ہوگا۔ ۱۔

اگر کوئی پاکستانی مثلاً برطانیہ میں رہ رہا ہے اور وہاں ایام النحر شروع ہو جائیں تو اس پر لازم ہے کہ (وہاں) برطانیہ کے ایام نحر کے اعتبار سے قربانی کرے، کیونکہ وہاں نفس وجوب کا سبب پایا جا چکا ہے۔ پھر یہ کہ قربانی کرنے والے حضرات یا تو شہری ہوتے ہیں یا دیہاتی۔ شہری باشندوں کا حکم الگ ہے اور دیہات میں رہنے والوں کا حکم الگ ہے۔

۱۔ بشرطیکہ اس شخص کی قربانی اسی مقام پر ہو رہی ہو، جہاں کہ وہ موجود ہے، یا پھر کسی دوسری جگہ ہو رہی ہو، لیکن دونوں کے اوقات و تاریخ میں اتحاد ہو، جیسا کہ فتویٰ ہذا میں ہی آگے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

شہری باشندوں کے لئے نماز عید سے قبل قربانی کا جانور ذبح کرنا جائز نہیں جبکہ دیہات میں رہنے والوں کے لئے طلوع صبح صادق کے ساتھ ہی قربانی کا جانور ذبح کرنا درست ہے اس لئے کہ ان پر عید کی نماز واجب نہیں۔  
جیسا کہ ہندیہ میں ہے:

والوقت المستحب للتضحیۃ فی حق اهل السواد بعد طلوع الشمس وفي حق اهل المصر بعد الخطبة . كذا فی الظہیریۃ

(کتاب الاضحیۃ الباب الثالث : فی وقت الاضحیۃ ، ط: رشیدیہ)

فتح القدیر میں ہے:

ووقت الاضحیۃ یدخل بطلوع الفجر من يوم النحر الا انه لا يجوز

لاهل الامصار الذبح حتی یصلی الامام العید (الاضحیۃ ، ط: رشیدیہ)

مذکورہ سطور سے معلوم ہوا کہ نفس وجوب کا تعلق مکلف یعنی قربانی کرنے والے کے ساتھ ہے لہذا نفس وجوب میں قربانی کرنے والے کے محل (مکان) کا اعتبار ہوگا۔

نیز مذکورہ بالا تفصیل کا تعلق اس مسئلہ کے ساتھ ہے کہ اگر کوئی شخص بذات خود اپنے مکان محل میں قربانی کرے، لیکن اگر کوئی شخص از خود اپنے محل میں قربانی نہیں کرتا بلکہ کسی دوسرے ملک میں رہنے والے کسی دوسرے شخص کو اپنی قربانی کا وکیل بنادے تو اس مسئلہ سے متعلق حکم کے لئے آئندہ سطور میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

چونکہ نفس وجوب کا سبب یوم النحر ہے جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا، لہذا اگر کوئی شخص اپنی قربانی کے لئے کسی دوسرے ملک میں رہنے والے کسی شخص کو وکیل بنادے تو ایسی صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ قربانی کا وکیل بننے والا اور کروانے والا (مؤکل) دونوں کے ہاں یوم النحر ہو چکا ہے یا نہیں؟ ۱۔

۱۔ اور جب یوم النحر شروع ہو چکا ہے، تو یقیناً یوم النحر کی طلوع فجر بھی ہو چکی ہے، جو کہ سبب وجوب کا مبداء ہے۔ محمد

رضوان۔

اگر یوم نحر ہو چکا ہے تو نفسِ وجوب ہو گیا اب دیگر شرائط کے پائے جانے کی صورت میں قربانی کرنے والا خود قربانی کرے یا کسی کو وکیل بنا کر کرائے دونوں صورتوں میں قربانی شرعاً ادا ہو جائے گی لیکن قربانی کرنے والا جہاں رہ رہا ہے اگر وہاں یوم نحر نہیں ہوا ہے جو کہ نفسِ وجوب کا سبب ہے تو جس طرح اس وقت وہ خود اپنی قربانی نہیں کر سکتا اسی طرح اس کی طرف سے کوئی اور بھی نہیں کر سکتا اگرچہ دوسرا شخص یعنی وکیل کے شہر یا ملک میں یوم النحر شروع ہو چکا ہو۔ ۱

اسی وجہ سے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قربانی کے لئے رقم کسی دوسرے ملک میں بھیج دے اور کسی کو قربانی کرنے کے لئے کہہ دے تو اس طرح رقم بھیج کر قربانی کرنا اگرچہ درست ہے اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ قربانی دونوں ملکوں کے مشترکہ دن میں کی جائے ورنہ قربانی درست نہیں ہوگی۔ ۲

مثلاً: برطانیہ میں پاکستان کے حساب سے دو دن پہلے اگر قربانی کے ایام شروع ہوتے ہیں اور پاکستان میں دو دن بعد۔ تو برطانیہ میں رہنے والے آدمی کی قربانی پاکستان میں صرف پہلے دن میں صحیح ہوگی دوسرے اور تیسرے دن میں نہیں کیونکہ پاکستان کا پہلا دن برطانیہ کے حساب سے قربانی کا تیسرا دن ہے جبکہ دوسرا اور تیسرا دن برطانیہ کے حساب سے قربانی کا دن نہیں۔

نیز یہ بھی واضح رہے کہ برطانیہ کا وقت پاکستان کے وقت سے پانچ گھنٹے پیچھے ہے

۱۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک مکمل کے حق میں سبب وجوب تحقق نہیں ہوا، اس وقت تک اسے خود قربانی کرنا جائز نہیں، اور جو کام اسے کرنا جائز نہیں، اس کام کا اس وقت میں دوسرے کو وکیل بنا کر کرنا بھی جائز نہیں، جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے۔ محمد رضوان۔

۲۔ اور مشترکہ وقت ہونے سے مراد یہ ہے کہ مقامِ منضحیٰ اور مقامِ اضحیہ دونوں میں یوم النحر کی طلوع فجر ہو چکی ہو، اور دونوں مقامات پر بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب نہ ہوا ہو، بلکہ اس کے درمیان درمیان کا وقت ہو، اور اگر مقامِ اضحیہ کوئی شہر ہے، تو وہاں عید کی نماز بھی ہو چکی ہو۔ محمد رضوان۔



مثلاً: جب پاکستان میں صبح ساڑھے چھ بج رہے ہوتے ہیں تو برطانیہ میں رات کا ڈیڑھ بج رہا ہوتا ہے لہذا اگر کوئی آدمی برطانیہ میں رہ رہا ہو اور وہ پاکستان میں کسی کو اپنی قربانی کا جانور ذبح کرنے کا وکیل بنا دے تو پاکستان میں اس کی قربانی اس وقت تک شرعاً معتبر نہ ہوگی جب تک برطانیہ میں یومِ نحر کی صبح صادق طلوع نہ ہو کیونکہ یومِ نحر کی ابتداء دس ذی الحجہ کی طلوع صبح صادق سے ہوتی ہے۔

لہذا برطانیہ اور پاکستان کے ایامِ النحر میں جو دن دونوں ملکوں میں مشترک ہو صرف اس دن میں قربانی کرنا صحیح ہوگا اس کے علاوہ دنوں میں قربانی کرنا جائز نہیں ہوگا۔

باقی فقہاء کی جن عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مکانِ اضحیہ کا اعتبار ہے تو اس کا تعلق اداء سے ہے یعنی جانور جس جگہ پر ہے ذبح کے احکامات میں وہاں کا اعتبار ہوگا نفسِ وجوب میں وہاں کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ نفسِ وجوب میں مکلف یعنی قربانی کرنے والے کے محل کا اعتبار ہوگا۔

اگر جانور دیہات میں ہے تو اس صورت میں دیہات میں قربانی کے جانور کو صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد ذبح کرنا جائز ہوگا اگرچہ خود قربانی کروانے والا شہر میں ہو۔

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ولو اخرج الاضحية من المصر فذبح قبل صلوة العيد قالوا: ان اخرج من المصر مقدار ما يباح للمسافر قصر الصلوة في ذلك المكان جاز الذبح قبل صلوة العيد ولا فلا (كتاب الاضحية الباب

الرابع: فيما يتعلق بالمكان والزمان، ط: رشیدیہ)

بدائع الصنائع میں ہے:

روی عن ابی یوسف : یعتبر المکان الذی یكون فیہ الذبح ولا یعتبر المکان الذی فیہ المذبح عنه وانما کان كذلك لان الذبح هو القرية فیعتبر مکان فعلها لا مکان المفعول عنه (کتاب

التضحية فصل واما شرائط اقامة الواجب ، ط: سعید)

اس کے برعکس اگر جانور شہر میں ہے اور قربانی کرنے والا دیہات میں ہو تو اس صورت میں جب تک شہر میں کسی ایک جگہ پر بھی عید کی نماز نہیں ہوگی جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

جیسا کہ ہندیہ میں ہے:

ولو كان الرجل بالسواد واهله بالمصر لم تجز التضحية عنه الا

بعد صلوة الامام (کتاب الاضحية الباب الرابع : فیما يتعلق بالمکان والزمان ، ط:

رشیدیہ)

غرض یہ کہ مکان الاضحية سے مطلق مراد لینا کہ قربانی کا جانور جہاں پر ہے وہاں اگر ایام نحر شروع ہیں تو قربانی جائز ہے، چاہے قربانی کرنے والا کسی ایسے ملک میں کیوں نہ ہو جہاں ایام نحر ابھی شروع ہی نہیں ہوئے ہیں، ہرگز درست نہیں ہے، کیونکہ جہاں ایام نحر شروع ہی نہیں ہیں وہاں اس شخص پر وجوب کا سبب ہی متحقق نہیں ہوا اور وجوب ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا جب تک کہ نفس وجوب کا تحقق نہ ہو۔ اس پوری تفصیل کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہوا کہ قربانی کروانے والے (مؤکل) اور کرنے والے (وکیل) کے مکان میں اگر اختلاف اور فرق ہو تو دونوں جگہوں میں دیگر شرائط کے ساتھ ایام نحر کا پایا جانا ضروری ہے۔

باقی جہاں فتاویٰ رحمیہ میں ایک سوال کے جواب سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے مطلق مکان اضحیہ کو معتبر قرار دیا ہے خواہ قربانی

کروانے والے شخص (مؤکل) پر نفس وجوب (ایام نحر کا پایا جانا) متحقق ہوا ہو یا نہیں، تو گذشتہ تفصیل اور فقہائے کرام کی صریح عبارات کے مطابق یہ رائے درست نہیں ہے کہ شہری اگر دیہات میں اپنا جانور قربانی کی نیت سے بھیج دے تو ایسی صورت میں مؤکل کے شہر میں عید کی نماز پڑھی گئی ہو یا نہ پڑھی گئی ہو بہر صورت دیہات میں اس جانور کی قربانی شرعاً معتبر ہوگی اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شہر میں رہنے والے شخص پر قربانی کا وجوب متحقق ہو چکا ہو اور وہ ایام نحر میں قربانی شرعاً معتبر نہیں۔

لہذا حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا سائل کے جواب میں یہ فرمانا کہ مدراس میں عید الاضحیٰ پیر کے دن ہو اور مدراس میں رہنے والا کوئی شخص حیدر آباد میں رہنے والے کسی شخص کو اپنی قربانی کے لئے وکیل بنا دے جبکہ حیدر آباد میں عید الاضحیٰ مدراس سے ایک دن قبل یعنی بروز اتوار ہو تو مدراس والے کی طرف سے حیدر آباد میں بروز اتوار قربانی کی جاسکتی ہے، تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی یہ رائے فقہی عبارات کے مطابق درست نہیں ہے کیونکہ قربانی کے جانور کے ذبح کے وقت مدراس والے پر قربانی کا وجوب ہی متحقق نہیں ہوا جس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

اور ادباً عرض ہے کہ مذکورہ تفصیل کی روشنی میں ہمیں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی مذکورہ تحقیق یا رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ ۱۔

باقی زیر بحث مسئلہ کے بارے میں استفتاء کے ہمراہ مسئلہ دارالعلوم کراچی کے فتویٰ کو بغور پڑھنے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ اس فتویٰ کی رو سے مطلق جانور کا محل معتبر نہیں بلکہ مؤکل پر بھی نفس وجوب کا پایا جانا ضروری ہے، یعنی دونوں جگہوں

۱۔ اور جو بعض حضرات اس رائے کو فقہائے کرام کی آراء کے مطابق ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں، یہ بھی درست نہیں۔ محمد

رضوان۔

پرایم نحر کا پایا جانا ضروری ہے، لہذا اس مسئلہ میں ان کے فتویٰ اور ہمارے فتویٰ میں کوئی اختلاف نہیں۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ، طارق جمیل، متخصص فی الفقہ الاسلامی

الجواب صحیح: محمد عبد المجید دین پوری

الجواب صحیح: محمد انعام الحق محمد، محمد شفیق عارف، محمد داؤد

جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

(ماخوذ از: ماہنامہ ”بینات“ کراچی، ذیقعدہ ۱۴۳۰، نومبر ۲۰۰۹ء، جلد ۷، شمارہ ۱۱)

## مدرسہ شاہی مراد آباد (ہندوستان) کا فتویٰ

مدرسہ شاہی مراد آباد (ہندوستان) سے اس سلسلہ میں درج ذیل فتویٰ جاری ہوا:

اس مسئلہ میں تین چیزوں کو الگ الگ سمجھنا لازم ہے (۱) سبب و وجوب: یعنی قربانی واجب ہونے کا سبب، یہ قربانی کا وقت ہے جو یوم النحر کے طلوع صبح صادق سے شروع ہو کر بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک رہتا ہے (۲) شرط و وجوب: یعنی قربانی واجب ہونے کی شرط آزاد مسلمان کا مالک نصاب ہونا (۳) شرط اداء: یعنی مالک نصاب پر قربانی کے ایام اور وقت داخل ہونے کی وجہ سے قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

پھر اس کے قربانی اداء کرنے کے لیے ایک مزید شرط ہے وہ یہ ہے کہ شہری آدمی کیلئے نماز عید الاضحیٰ کی ادائیگی لازم ہے، یہی شہری کے لیے ادائیگی کی شرط ہے مگر یہ شرط دیہاتی پر لاگو نہیں ہوتی اور شرط اداء میں مکان اضحیہ کا اعتبار ہے، مکان مضطیٰ کا اعتبار نہیں۔ ۱

۱۔ قربانی کا وقت کیونکہ شرط اداء بھی ہے، جیسا کہ اسی نمبر کے شروع میں مذکور ہے، اور شہر میں عید کی نماز کا ہونا ایک اضافی درجہ کی شرط اداء ہے، اس لئے مذکورہ عبارت سے شرط اداء کو شہری کے حق میں عید کی نماز ہونے کے ساتھ خاص نہ سمجھا جائے۔

لہذا جہاں جانور ہوگا وہاں کا اعتبار ہوگا اور جہاں مالک ہو وہاں کا اعتبار نہیں، یہ مسئلہ صرف تیسری شرط کے اعتبار سے ہے اور پہلی اور دوسری شرط کے وجوب کے بغیر تیسری شرط کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ ۱۔

لہذا سب سے پہلے اول شرط یعنی دونوں جگہ قربانی کے زمانہ کا آنا لازم ہے، پھر شرط ثانی یعنی زمانہ قربانی میں مسلمان کا مالک نصاب ہونا، ان دونوں شرطوں کے ایک ساتھ پائے جانے کے بعد تیسری کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔

اور تیسری شرط (یعنی عید کی نماز کا ہونا، ناقل) ایک خصوصی اور جزوی شرط ہے عمومی اور کلی نہیں صرف شہری کے ساتھ یہ شرط لگی ہوئی ہے۔ دیہاتی کے ساتھ نہیں لہذا شہری اور دیہاتی کے اعتبار سے مکان اضحیہ کا اعتبار ہوگا مکانِ منصفی کا اعتبار نہیں۔

فتاویٰ رحیمیہ اور مسائل قربانی میں مسامحت ہو گئی ہے کہ اس میں تیسری شرط کو سبب وجوب یعنی پہلی شرط کے درجہ میں لے جا کر لکھا گیا ہے جو درست نہیں ہے اور ساتھ میں ہدایہ، درمختار اور شامی کے تین جزیئے بھی نقل کیے ہیں ان تینوں

۱۔ مطلب یہ ہے کہ سبب وجوب اور شرط وجوب کے بغیر قربانی کرنا واجب نہیں ہوتا، اگرچہ سبب وجوب کے بعد شرط وجوب کے بغیر قربانی کا ادا کرنا جائز ہو جاتا ہے، جبکہ شرط ادا پائی جائے، کیونکہ فقہائے کرام نے سبب وجوب کے بعد عمل کی ادائیگی کو درست قرار دیا ہے، خواہ شرائط وجوب بھی نہ پائی جائیں، مثلاً مسافر کا جمعہ کی نماز ادا کرنا، اور روزہ رکھنا، لہذا سبب وجوب کے بعد اور شرائط وجوب کے بغیر وہ عمل جائز و درست تو ہو جاتا ہے، مگر اس عمل کا کرنا واجب نہیں ہوتا۔  
فَلَمَّا أَدَّى قَبْلَ ذَلِكَ الْوَقْتِ كَانَ مُؤَدِّيًا قَبْلَ وُجُودِ سَبَبِ الْوُجُوبِ فَلِهَذَا لَا يَجُوزُ (المبسوط، لشمس الأئمة السرخسی، کتاب نوادر الصوم)

وَالْأَدَاءُ بُعْدَ تَقَرُّرِ سَبَبِ الْوُجُوبِ جَائِزٌ كَالْمُسَافِرِ إِذَا صَامَ فِي رَمَضَانَ وَالرَّجُلِ إِذَا صَلَّى فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ جَازَ لَوْ جُودَ سَبَبِ الْوُجُوبِ، وَإِنْ كَانَ الْوُجُوبُ مُتَأَخِّرًا (المبسوط لشمس الأئمة السرخسی، کتاب الزکاة)

الأداء بعد تقرر الوجوب جائز كالمسافر إذا صام رمضان والرجل إذا صلى في أول الوقت جائز لوجود سبب الوجوب (البنایہ شرح الہدایہ، کتاب الزکاة، حکم تقدیم الزکاة علی الحول) والحاصل أن بتحقيق سبب الوجوب يجب الشيء في الذمة فإذا وجد المال النصاب وجبت في الذمة، وتعلقت بالزکاة، وأما وجوب الأداء الموقوف على مطالبة الشارع فهو إنما يتعلق بعد حولان الحول (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقایة، ج ۳، ص ۱۸۹، کتاب الزکاة)

جزئیات کا تعلق تیسری شرط کے ساتھ ہے پہلی شرط کے ساتھ نہیں ہے ان  
جزئیات کو اس مسئلہ سے متعلق سمجھنے میں مسامحت ہوگئی ہے (ندائے شاہی، مراد آباد، شمارہ

جنوری ۲۰۰۵ء، ماخوذ از ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ دسمبر ۲۰۰۸ء، جنوری ۲۰۰۹ء ص ۹۲، ۹۳)

## مقامِ مضحیٰ و اضحیہ کے اوقات متفاوت ہونے کی ممکنہ صورتیں

اب مذکورہ تفصیل کے بعد مقامِ مضحیٰ و اضحیہ کے اعتبار سے اوقات کے متفاوت ہونے کی  
ممکنہ و متوقعہ صورتوں کو مع حکم کے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)..... مقامِ مضحیٰ میں یومِ اخر کی طلوع فجر نہیں ہوئی، لیکن مقامِ اضحیہ میں یوم  
الخر کی طلوع فجر ہو چکی ہے، تو جب تک مقامِ مضحیٰ میں بھی یومِ اخر کی طلوع فجر نہ  
ہو جائے، اور اگر مقامِ اضحیہ کوئی شہر ہے تو وہاں کسی ایک مقام پر عید کی نماز بھی نہ  
ہو جائے، اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں۔

کیونکہ جب تک مقامِ مضحیٰ میں یومِ اخر کی طلوع فجر نہ ہوگی، اُس وقت تک مضحیٰ  
کے حق میں سبب و جوب شروع نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اصالتاً اور وکالتاً قربانی  
کرنا جائز نہیں ہوگا، اور شہر میں عید کی نماز کا ہونا اضافی شرطِ اداء ہے، جس کا تعلق  
اُضحیہ سے ہے۔

لہذا مقامِ اضحیہ میں عید کی نماز کا ہونا بھی ضروری ہوگا۔ ۱

۱۔ وَسَبَّحُهَا طُلُوعُ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَرَكْنُهَا ذَبْحُ مَا يَجُوزُ ذَبْحُهُ وَسَيَاتِي الْكَلَامِ فِي صِفَتِهَا (تكملة  
البحر الرائق للطوری، ج ۸، ص ۹۷، كِتَابُ الْأَضْحِيَّةِ)  
وَالْفَرْقُ بَيْنَ نَفْسِ الْوُجُوبِ وَوُجُوبِ الْأَدَاءِ أَنَّ الْأَوَّلَ هُوَ اشْتِغَالُ ذِمَّةِ الْمُكَلَّفِ بِالشَّيْءِ، وَالثَّانِي هُوَ  
لُزُومُ تَفْرِيعِ الذِّمَّةِ عَمَّا تَعَلَّقَ بِهَا فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ سَبْقِ حَقِّ فِي ذِمَّتِهِ (التوضيح في حل غوامض التنقيح مع  
شرح التلويح ج ۱ ص ۳۹۲، الباب الثاني، فصل المأمور به نوعان مطلق وموقت، لعبيد الله بن  
مسعود المحبوبي البخاري الحنفی)

ثم الجزء الذي يتعين يصير سببا لتغير صفة من الصحة والفساد فإن كان صحيحا فلا يتأدى بصفة

﴿بقية حاشية اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)..... مقام مضحی میں یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کی طلوع فجر ہو چکی ہے، لیکن مقام اضحیہ میں یوم النحر کی طلوع فجر نہیں ہوئی، تو جب تک مقام اضحیہ میں بھی یوم النحر کی طلوع فجر نہ ہو جائے، اور اگر مقام اضحیہ کوئی شہر ہے تو وہاں کسی ایک مقام پر عید کی نماز بھی نہ ہو جائے، اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں۔

کیونکہ اگرچہ مضحی کے حق میں سبب وجوب متحقق ہو چکا ہے، لیکن قربانی کا وقت شرط اداء بھی ہے، اور شہر میں عید کی نماز کا ہونا اضافی شرط اداء ہے، اور اداء فعل ہے، جس کا تعلق اضحیہ سے ہے۔

اس لئے مقام اضحیہ میں قربانی کے عمل کی ادائیگی درست ہونے کے لئے وقت اور عید کی نماز کی شرائط اداء کا پایا جانا ضروری ہوگا۔ ۱۔

(۳)..... مقام مضحی میں تیسرے دن (یعنی بارہ ذی الحجہ) کا سورج غروب ہو چکا ہے، لیکن مقام اضحیہ میں تیسرے دن کا سورج غروب نہیں ہوا، تو اراقۃ دم سے اس کی قربانی اداء نہیں ہوگی۔

کیونکہ مضحی کے حق میں سبب وجوب اور شرط اداء ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کے

#### ﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

النقصان، وإن كان ناقصا يجوز أن يتأدى بصفة النقصان وفيه يعتبر حال المكلف (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج ۱، ص ۷۳، کتاب الصلاة)

لا خلاف في أن وجوب الأداء لا يتقدم على نفس الوجوب (شرح التلويح، ج ۱، ص ۳۹۶)

فإذا ثبت تقرير السبب ثبت صحة الاداء (أصول السرخسی، ج ۲، ص ۲۷۹، فصل: في بيان فساد الوضع) فإذا أدى قبل ذلك الوقت كان مؤديا قبل وجود سبب الوجوب فلهذا لا يجوز (المبسوط

للسرخسی، ج ۳، ص ۱۳۱، کتاب نوادر الصوم)

۱۔ وَأَمَّا شَرَايِطُ أَدَائِهَا فَمِنْهَا الْوَقْتُ فِي حَقِّ الْمُضْرِي بَعْدَ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَالْمُعْتَبَرُ مَكَانُ الْأَضْحِيَّةِ لَا مَكَانَ الْمُضْحِيِّ (تكملة البحر الرائق للطوري، ج ۸، ص ۱۹۷، كِتَابُ الْأَضْحِيَّةِ)

فَيُعْتَبَرُ فِي الْأَدَاءِ مَكَانُ الْمَحَلِّ وَهُوَ الْمَالُ لَا مَكَانَ الْفَاعِلِ بِخِلَافِ صَلَاقَةِ الْفِطْرِ حَيْثُ يُعْتَبَرُ فِيهَا مَكَانُ الْفَاعِلِ لِأَنَّهَا تَتَعَلَّقُ بِالذِّمَّةِ وَالْمَالُ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لَهَا (تكملة البحر الرائق للطوري، ج ۸،

ص ۲۰۰، كِتَابُ الْأَضْحِيَّةِ)



ذمہ قضاء تحقق ہو چکی ہے، اور اس کے ذمہ اراقتہ دم کے بجائے تصدق لازم ہو چکا ہے، لہذا اب اس کا وجوب اصالتاً وکالتاً اراقتہ دم سے ادا نہ ہوگا، بلکہ تصدق ضروری ہوگا۔ ۱

(۴)..... مقام مضحی میں تیسرے دن (یعنی بارہ ذی الحجہ) کا سورج غروب نہیں ہوا، لیکن مقام اضحیٰ میں تیسرے دن کا سورج غروب ہو چکا ہے، تو اگرچہ مضحی کے حق میں سبب وجوب موجود ہے، اور اس کے حق میں قربانی قضاء نہیں ہوئی۔ ۲

لیکن مقام اضحیٰ میں وقت اداء فوت ہو جانے (یعنی ظاہراً وحقاً تیسرے دن کا سورج غروب ہو جانے) کی وجہ سے شرط اداء فوت ہو گئی ہے، جس کا تعلق فعل ذبح کے ساتھ ہے، اور اس صورت میں سبب وجوب کا فعل اداء سے اتصال واقتران معذور ہے، اس لئے اس صورت میں بھی قربانی کی ادائیگی کو فقہی اصولوں کے مطابق درست قرار دیا جانا مشکل ہے۔ ۳

۱ اَنَّ بَعْضَ الْوَقْتِ سَبَبٌ إِنَّمَا هُوَ فِي الْأَدَاءِ أَمَّا إِذَا لَمْ يُوَدَّ فِي الْوَقْتِ فَفِي حَقِّ الْقَضَاءِ كُلُّ الْوَقْتِ سَبَبٌ؛ لِأَنَّ الدَّلَائِلَ دَالَّةٌ عَلَى سَبَبِيَّةِ كُلِّهِ لَكِنْ فِي الْأَدَاءِ عَدَلْنَا عَنْ سَبَبِيَّةِ الْكُلِّ إِلَى سَبَبِيَّةِ الْبَعْضِ لِضَرُورَةٍ، وَهِيَ أَنَّهُ يَلْزَمُ حَبْنَةُ الْقَدَمِ عَلَى السَّبَبِ أَوْ تَأَخُّرُ الْأَدَاءِ عَنِ الْوَقْتِ، وَهَذِهِ الضَّرُورَةُ غَيْرُ مُعْهَدَةٍ فِي الْقَضَاءِ (التوضيح مع شرحه التلويح ج ۱ ص ۳۹۸، الباب الثاني، فصل المأمور به)

۲ اور اس لئے اگر مضحی اپنے مقام پر قربانی کرے تو درست ہے۔ مگر مآخذ فیہ میں بحث دوسرے متفاوت الاوقات مقام پر قربانی کرنے سے ہے۔

۳ التأخير عن الوقت يوجب الفوات لذهاب شرط الاداء (اصول البزدوى، ج ۱، ص ۴۳، باب تقسيم المأمور به في حكم الوقت)

فهرنا أن الوقت ليس بمعيار ولكنه ظرف للاداء وهو شرط أيضا.  
فالاداء إنما يتحقق في الوقت والتأخير عنه يكون تفويتا، ومعلوم أن الاداء باركان يتحقق من المؤدى قبل خروج الوقت، فهرنا أن خروج الوقت مفوت باعتبار أنه يفوت به شرط الاداء .  
وبيان أنه سبب للوجوب أنه لا يجوز تعجيلها قبله، وأن الواجب تختلف صفته باختلاف الاوقات، فهذا علامة كون الوقت سببا لوجوبها (اصول السرخسى، ج ۱، ص ۳۰)

ومن حكمه أن التأخير عن الوقت يوجب الفوات لذهاب شرط الاداء (أصول البزدوى، ج ۱، ص ۴۳، باب تقسيم المأمور به في حكم الوقت)

﴿بیتہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس مقام مضحیٰ و مقام اضحیہ کے اوقات متفاوت ہونے کی صورت میں قربانی جیسی نازک عبادت موقتہ اور قربت غیر معقولہ کو فتنہ خفی کی رو سے شرعی اصولوں کے مطابق انجام دینے کا اسلم و احوط طریقہ یہ ہے کہ دونوں کے مقامات میں وقت کے پائے جانے اور موجود ہونے کا لحاظ کیا جائے، اور مقام اضحیہ اگر کوئی شہر یا قصبہ ہے جس میں عید کی نماز واجب اور درست ہوتی ہے، تو عید کی نماز کے ہونے کا بھی انتظار کیا جائے، اور اس کے برعکس اس قربت غیر معقولہ کو جو مخصوص وقت میں ہی قربت بنتی ہے، قیاسی استدلال کے ذریعہ سے فقہی اصولوں و نزاکتوں کو نظر انداز کر دینے کے طریقہ عمل سے اجتناب کیا جائے۔

## چند شبہات کا ازالہ

اس سلسلہ میں ہم نے اپنا موقف تو گزشتہ صفحات میں باحوالہ پیش کر دیا ہے، لیکن اس کے برعکس موجودہ دور کے بعض حضرات مذکورہ صورت میں یعنی جبکہ مضحیٰ اور اس کی اضحیہ کے مقامات و اوقات مختلف و متفاوت ہوں، مضحیٰ اور اضحیہ، دونوں مقامات پر قربانی کے وقت کی رعایت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، بلکہ صرف مقام اضحیہ میں وقت اضحیہ کے موجود ہونے کو کافی قرار دیتے ہیں، اور مقام مضحیٰ کے یہاں وقت اضحیہ شروع یا ختم ہونے کا قطعاً اعتبار نہیں

### ﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فالاداء إنما يتحقق في الوقت والتأخير عنه يكون تفويتا، ومعلوم أن الاداء بأركان يتحقق من المؤدى قبل خروج الوقت، فعرفنا أن خروج الوقت مفوت باعتبار أنه يفوت به شرط الاداء .  
وبيان أنه سبب للوجوب أنه لا يجوز تعجيلها قبله، وأن الواجب تختلف صفته باختلاف الاوقات، فهذا علامة كون الوقت سببا لوجوبها (أصول السرخسي، ج ١، ٣٠٠، فصل: في بيان موجب الامر في حكم الوقت)  
لان الأصل في السبب هو الاتصال بالمسبب كما في شرح المنار لابن نجيم (رد المحتار، ج ١، ص ٣٥٦، كتاب الصلاة)

وَأَمَّا شَرَايُطُ أَذَائِهَا فَمِنْهَا الْوُقْتُ فِي حَقِّ الْمَضْرِيِّ بَعْدَ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَالْمُعْتَبَرُ مَكَانُ الْأُضْحِيَّةِ لَا مَكَانُ الْمُضْحَى (تكملة البحر الرائق للطوري، ج ٨، ص ١٩٤، كتاب الأضحية)  
فَيُعْتَبَرُ فِي الْأَدَاءِ مَكَانُ الْمَحَلِّ وَهُوَ الْمَسَالُ لَا مَكَانُ الْفَاعِلِ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ٨، ص ٢٠٠، كتاب الأضحية)

علاوہ ازیں ظاہر اوحسا تیسرے دن کا غروب ہونے کے بعد قربانی کرنا عوام میں فتنہ و انتشار اور غلط فہمی کا بھی باعث ہے۔

کرتے، اور اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لئے قیاسی اور بعیدی استدلالات پیش کرتے ہیں، اور فقہائے اصولیین کے اصول و قواعد کے مطابق سابقہ اوراق میں پیش کردہ موقف کو مختلف تاویلات کے ذریعے جدید موقف قرار دیتے ہیں، جبکہ ہمارے نزدیک سابقہ اوراق میں پیش کردہ موقف فقہائے احناف کے اصول و قواعد کے مطابق ہونے کی وجہ سے انتہائی احتیاط و سلامتی پر مبنی ہے، اور ہرگز جدید موقف کہلائے جانے کا مستحق نہیں، اور اس کے خلاف موقف کا گرشتہ دلائل سے اصولی انداز میں مرجوح ہونا ظاہر ہو چکا، اور قربانی کیونکہ عبادت غیر معقولہ ہے، اس لئے اس کا کسی دوسری چیز (مثلاً حج، زکاۃ، صدقہ فطر وغیرہ) پر قیاس کرنا درست نہیں، بالخصوص جبکہ مقیس علیہ چیزوں (حج، زکاۃ، صدقہ فطر وغیرہ) کا سبب وجوب وغیرہ بھی قربانی کی طرح وقت نہیں ہے، بلکہ اس سے مختلف ہے۔

ان حضرات کی طرف سے قربانی کی ادائیگی درست ہونے کے لئے دونوں مقامات (یعنی مقام مضحی و اضحیہ) میں قربانی کا وقت کی رعایت ملحوظ ہونے کے موقف پر یہ شبہ کیا گیا ہے کہ اس میں لوگوں کے لئے حرج و تنگی لازم آتی ہے، کیونکہ دونوں مقامات کی رعایت میں وقت تنگ ہو جاتا ہے، اور مقام مضحی اور مقام اضحیہ کے اوقات کے تفاوت کا پتہ چلانا بھی مشکل ہوتا ہے۔

حالانکہ یہ شبہ اولاً تو اس لئے درست نہیں کہ شریعت نے قربانی کرنے والے کو کسی دوسرے مقام پر قربانی کرانے کا مکلف نہیں کیا، بلکہ اصل حکم خود اپنے ہاتھ سے قربانی کرنے یا دوسرے سے قربانی کرانے کی صورت میں خود حاضر رہنے اور قربانی کے گوشت سے خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا ہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے قول و فعل سے عام حالات میں اسی طرح ثابت ہے، اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے مقام کے لحاظ سے نماز کی طرح وقت کے آغاز و اختتام کا مکلف ہے۔ ۱۔

۱۔ بخلاف الأضحية فالظاهر أنها كأوقات الصلوات يلزم كل قوم العمل بما عندهم فتجزئ الأضحية في اليوم الثالث عشر وإن كان على رؤيا غيرهم هو الرابع عشر (رد المحتار، ج ۲، ص ۳۹۴، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

البتہ شریعتِ مطہرہ نے کسی کو وکیل بنا کر قربانی کرنے کی رخصت و اجازت بھی دے دی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اصل حکم خود ہر شخص کو اپنے مقام پر قربانی کرنے کا ہے۔

اب جو شخص خود اپنے مقام پر قربانی کرنے کا اصل حکم ترک کر کے کسی دور دراز متفاوت الاوقات مقام پر قربانی کراتا ہے، تو یہ تنگی اس کی خود اختیار کردہ ہے، شریعت پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

دوسرے کسی مقام پر قربانی کرانے کی صورت میں ضروری نہیں کہ مقامِ مضحی واضحیہ کے اوقات متفاوت ہوں، بلکہ دونوں مقامات کا متحد الاوقات ہونا بھی ممکن ہے، اور اگر اوقات میں تفاوت ہو تو غیر معمولی تفاوت ہونا ضروری نہیں، بلکہ معمولی تفاوت کا بھی امکان ہے، جس کی رعایت مشکل نہیں۔ ۱۔

تیسرے شریعتِ مطہرہ کی طرف سے قربانی کے لئے تین دن اور دور اتوں کی سہولت دی گئی ہے، اور اس کیلئے وقت کو غیر معمولی وسیع الظرف بنایا گیا ہے، اگر اس کے لئے نماز کی طرح وقت کو چند گھنٹوں پر مشتمل رکھا جاتا تو حرج لازم آنے کی بات کی جاسکتی تھی، لہذا ایک مقام سے دوسرے مقام تک چند گھنٹوں کے فرق سے بلکہ اس سے زیادہ (مثلاً ایک یا دو دن) کے فرق سے بھی قربانی کرنے میں حرج لازم نہیں آتا، کیونکہ قربانی کا اصل رکن اراقۃ دم (یا جانور کا ذبح کرنا) ہے، جس میں لمبا چوڑا وقت درکار نہیں، بلکہ جانور کے ذبح کا عمل دو رکعتوں کے وقت سے بھی کم میں ادا ہو جاتا ہے۔

پس وقت کی تنگی لازم آنے کا شبہ زیادہ اہمیت کا حامل نہیں۔

۱۔ اور ہر جگہ کے طلوع و غروب کے اوقات کا دوسری جگہ کے اوقات سے باوجود زیادہ فاصلہ ہونے کے غیر معمولی متفاوت ہونا ضروری نہیں، مثلاً ہندوستان کے شہر دہلی، بمبئی، کلکتہ وغیرہ میں باوجود یکہ غیر معمولی فاصلہ ہے، مگر فرق صرف چند منٹوں کا ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عام طور پر عین صبح صادق ہوتے ہی فوراً قربانی نہیں کی جابجا کرتی اور نہ ہی تیسرے دن کے عین غروب کے وقت، اور ایسا کرنے والے کو خود احتیاط کا حکم ہے اور جن علاقوں کا باہم غیر معمولی تفاوت ہے ان کے بارے میں کلام آگے ساتھ ہی مذکور ہے۔

اور آج کے دور میں پوری دنیا کے اوقات (طلوع فجر وغروب وغیرہ) کا پتہ چلانا کوئی بھی مشکل کام نہیں رہا، جو شخص کسی دوسرے مقام پر اپنی قربانی کراتا ہے، تو جس طرح اپنی قربانی کے جانور کی عمر اور عیب وغیرہ جیسے امور کی رعایت کا اہتمام کرنا اس کی ذمہ داری ہے، اسی طرح اوقات کی رعایت کا اہتمام کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہے، اور جس ذریعہ سے وہ مکانِ بعید میں کسی کو وکیل بنا سکتا ہے، اسی ذریعہ سے طرفین کے اوقات کی رعایت کا بھی امر کر سکتا ہے، جس کی پابندی وکیل پر لازم ہو جائے گی۔ ۱۔

دوسرا شبہ موجودہ دور کے بعض حضرات کی طرف سے یہ کیا جاتا ہے کہ اکنافِ عالم سے حرم میں قربانی کے لئے ہدی بھیجے کا شریعت کی روشنی میں قدیم دستور رہا ہے، حالانکہ ہدی بھیجنے والے اور ذبح فی یومِ انحر کے درمیان اوقات کا بین فرق بلکہ اکثر قری تاریخ کا بھی اختلاف ہوتا رہتا ہے۔

قربانی کرانے والے وہ لوگ بھی ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں میں مقیم رہتے ہیں، ان کے اور حرم میں ذبح کے وقت میں کثیر تفاوت پایا جاتا ہے، اور عموماً تاریخ کا بھی رہتا ہے، تو امت کے اس قدر مشترک متواتر عمل کا باطل ہونا لازم آ رہا ہے۔

(ملاحظہ ہو: ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“، دسمبر 2008ء، جنوری 2009ء صفحہ نمبر ۹۴، صفحہ نمبر ۱۰۱، مضمون: از مفتی رشید احمد فریدی صاحب)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اولاً تو ہدی کا مفہوم باعتبار زمانے کے ہماری زیر بحث قربانی سے عام اور وسیع ہے، اور ہدی کا اصل اطلاق حرم مکہ میں ذبح یا تصدق کیے جانے والے

۱۔ ایک صاحبِ علم نے ہندوستان کے بے شمار شہروں کے اوقات کے تفاوت کا لمبا چوڑا نقشہ دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مختلف علاقوں میں اوقات کے تفاوت کی وجہ سے مقامِ مضعیٰ واضحیہ دونوں کے اوقات کا لحاظ مشکل ہے۔ حالانکہ اوقات کے تفاوت کے معلوم ہونے سے خود اوقات کے تفاوت کا لحاظ کرنا ممکن ہوتا ہے، چہ جائیکہ مشکل کا باعث ہو، خصوصاً جبکہ یہ تفاوت بھی منوں یا چند گھنٹوں پر مشتمل ہے، جس پر کلامِ اوپر گزر چکا۔

اگر اوقات کے تفاوت کے تفصیلی نقشہ کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہوتا کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو اوقات کے تفاوت کا علم ہو جائے گا، اور مختلف مقامات کے اوقات کی رعایت کرنے میں سہولت حاصل ہوگی، تو پھر یہی عمل لوگوں کے لئے اوقات کی رعایت کے لحاظ ہونے کی تبلیغ و تسمیہ کا حصہ بن جاتا۔

جانور پر آتا ہے، جس میں حج و عمرہ کا دم احصار وغیرہ بھی داخل ہے، اور ہر ہدی کا ایام اضحیہ میں ذبح کرنا ضروری نہیں، بلکہ حرم میں ذبح کرنا ضروری یا کافی ہے۔

اور اگرچہ حج قرآن اور حج تمتع کی ہدی کا ایام نحر میں ذبح کرنا واجب ہے، مگر ظاہر ہے کہ تمتع یا قارن خود ان ایام میں وہیں موجود ہوتا ہے، اس کے کسی دوسری جگہ سے ہدی بھیجنے کا کیا مطلب؟ اور اگر کوئی ذمہ میں سابق واجب شدہ دم شکر بھیجتا ہے، تو اس میں ایام نحر کا کیا دخل؟ ۱۔

۱۔ فالهدی ما يهدى للحرم والأضحية ما يذبح في أيامها حتى لو لم يكن كذلك لم يوجد الاسم وسنذكر تمام تحقیقہ فی باب الیمین فی البیع إن شاء الله تعالى (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۳، ص ۷۲۱، کتاب الأیمان)

قال فی الفتح ومعنی الهدی هنا : ما یصدق به بمکة لأنه اسم لما یهدى إليها (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۳، ص ۸۸۲، کتاب الأیمان، باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلاة وغیرها، مطلب فی معنی الهدی)

وأما زمان ذبح الهدی فمطلق الوقت لا يتوقت بيوم النحر، سواء كان الإحصار عن الحج، أو عن العمرة وهذا قول أبی حنیفہ وقال أبو یوسف، ومحمد : إن المحصر عن الحج لا یذبح عنه إلا فی أيام النحر، لا یجوز فی غیرها، ولا خلاف فی المحصر عن العمرة أنه یذبح عنه فی أى وقت كان (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۲، ص ۱۸۰، کتاب الحج، فصل حکم الإحصار)

ویجوز ذبح الهدایا قبل أيام النحر والجملة فيه أن دم النذر والكفارة، وهدي التطوع يجوز قبل أيام النحر، ولا يجوز دم المتعة والقران والأضحية، ويجوز دم الإحصار في قول أبی حنیفہ، وعند أبی یوسف ومحمد لا يجوز (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۲، ص ۲۲۵، کتاب الحج، فصل سبب وجوب الحج)

اعلم انه لا يختص ذبح هدی بايام النحر الا هدی المتعة والقران بالاجماع فلا يسقط لو ذبح قبلها خلافاً لما بعدها وذهب القدوري الى ان هدى التطوع يختص بايام النحر ايضاً والجمهور على خلافه وهو الصحيح، فيجوز ذبحه قبل يوم النحر كما صرح به في الاصل الا ان ذبحه في يوم النحر افضل اجماعاً واما هدى الإحصار فلا يختص بايام النحر عند أبی حنیفہ (مناسك ملا علی القاری، ص ۳۹۵، فصل فی احکام الدماء وشرائط جوازها)

قَوْلُهُ: وَخَصَّ ذَبْحَ هَذِي الْمُتَعَةِ وَالْقِرَانِ بِيَوْمِ النَّحْرِ فَقَطْ وَالْكُلُّ بِالْحَرَمِ لَا بِبَقْعِهِ) بَيَّنَّ لَكُنَّ الْهَدْيَ مُوقَفًا بِالْمَكَانِ سِوَاءَ كَانَ دَمَ شُكْرٍ أَوْ جَنَائِيَةً لِمَا تَقَدَّمَ أَنَّهُ اسْمٌ لِمَا يُهْدَى مِنَ النِّعَمِ إِلَى الْحَرَمِ، وَأَمَّا تَرْفِيقُهُ بِالزَّمَانِ فَمَخْصُوصٌ بِهِذِي الْمُتَعَةِ وَالْقِرَانِ، وَأَمَّا بَقِيَّةُ الْهَدَايَا فَلَا تَقْتَضِي بَزْمَانًا، وَأَفَادَ أَنَّ هَذِي التَّطَوُّعَ إِذَا بَلَغَ الْحَرَمَ لَا يَتَقَيَّدُ بِزَّمَانٍ، وَهُوَ الصَّحِيحُ، وَإِنْ كَانَ ذَبْحُهُ يَوْمَ النَّحْرِ أَفْضَلَ كَمَا ذَكَرَهُ الشَّارِحُ خِلَافًا لِلْقُدُورِيِّ، وَأَرَادَ الْمُصَنِّفُ بِيَوْمِ النَّحْرِ وَقْتَهُ، وَهُوَ الْأَيَّامُ الثَّلَاثَةُ، وَأَرَادَ بِالِاخْتِصَاصِ الْإِخْتِصَاصَ مِنْ حَيْثُ الْوُجُوبُ عَلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ، وَإِلَّا لَوْ ذَبِحَ بَعْدَ أَيَّامِ النَّحْرِ أَجْزَأُ

﴿بقية حاشیائے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہذا جن ہدیوں کے لئے حرم کی حدود ضروری ہے، اور ایامِ اضحیہ کے بغیر بھی ان کی ادائیگی معتبر ہے، ان کے تو درست ہونے میں شبہ نہیں، خواہ وہ ایامِ اضحیہ میں ذبح کی گئی ہوں یا نہ۔ اور اگر خاص قربانی مراد لی جائے اور کسی باہر کے شخص نے بالفرض اپنی قربانی حرم میں کرائی ہو تو اولاً تو ضروری نہیں کہ ہمیشہ حرم اور دوسرے تمام قربانی کرانے والوں کے مقامات میں تاریخوں کا تفاوت رہا ہو، یا تمام قربانیاں ایسے وقت میں کی گئی ہوں کہ مقامِ مضحی میں وقت شروع نہ ہوا ہو، یا ختم ہو چکا ہو۔

دوسرے سب قربانی کرانے والے موکلوں کا ایسے مقامات پر ہونا ضروری نہیں کہ جن کے طلوع وغروب کے اوقات کا مکہ مکرمہ سے غیر معمولی تفاوت پایا جاتا ہو، خصوصاً جبکہ وہ مقامات کہ جو آج کے دور میں قریب سمجھے جاتے ہیں، اور چند گھنٹوں میں سفر کر کے وہاں پہنچا جاسکتا ہے، گزشتہ زمانوں میں وہ بہت دور شمار ہوتے تھے، اور اتنی دور مقامات پر رابطے بھی سہل نہ تھے، اور کئی کئی ماہ کے سفر طے کر کے وہاں پہنچا جاسکتا تھا، ایسے دور دراز کے لوگوں کا وہاں قربانی کرانے کا رواج بہت کم تھا، بلکہ اصل عمل امت میں جو تو اتر کے ساتھ جاری ہے، وہ اپنے اپنے مقامات پر اپنی اضحیہ کو ذبح کرنے کا رہا ہے، پھر تو اتر اس کے خلاف کہاں سے ہو گیا؟ لہذا مختلف احتمالات کی بنیاد پر تمام ہدیوں کے ضیاع اور تو اتر کے خلاف ہونے کا شبہ کرنا درست نہیں۔

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

إِلَّا أَنَّهُ تَارَكَ لِلزَّوْجِبِ، وَقَبْلَهَا لَا يُجْزَأُ بِالْإِجْمَاعِ، وَعَلَى قَوْلِهِمَا كَذَلِكَ فِي الْقَلِيلَةِ، وَكَوْنُهُ فِيهَا هُوَ السَّنَةُ عِنْدَهُمَا حَتَّى لَوْ ذَبَحَ بَعْدَ التَّحْلِيلِ بِالْحَلَقِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَعِنْدَهُ عَلَيْهِ ذَمٌّ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۳، ص ۷۷، كِتَابُ الْحَجِّ، بَابُ الْهَدْيِ)

بخلاف الاضحية فإن الوقت قد جعل جزءاً من مفهومها فلزم اعتبار هونظير ذلك ما لو نذر هدى شاة فإنهم قالوا إنما يخبره عن العهدة ذبحها في الحرم والتصدق بها هناك مع أنهم قالوا لو نذر التصديق بدرهم على فقراء مكة له التصديق على غيرهم، وما ذاك إلا لكون الهدى اسماً لما يهدى إلى مكة ويتصدق به فيها

فقد جعل المكان جزءاً من مفهومه كالزمان في الاضحية فإذا تصديق به في غير مكة لم يأت بما نذرہ (رد المحتار على الدر المختار، ج ۶، ص ۳۳۳، كتاب الاضحية)



تیسرے زمانہ قدیم میں دور دراز علاقوں کے اوقات اور تواریخ کے تفاوت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے اس کی پابندی میں حرجِ عظیم تھا، جیسا کہ زمانہ قدیم میں ایک جگہ کی شہادت کا دوسرے مقام پر پہنچنا مستحضر تھا، اور قرب و جوار کے علاقوں میں بھی (آج کے دور کے مقابلہ میں) تواریخ مختلف ہو جاتی تھیں، اور دوسری جگہ کی رویت کی شہادت بعض اوقات قربانی کرنے کے بعد موصول ہوتی تھی۔

لہذا ایسی صورت میں ان قربانیوں کو درست قرار دیا جائے گا، فقہائے کرام کی عبارات میں اس طرح کے نظائر موجود ہیں کہ قربانی کے بعد وقتِ اضحیہ کا غیر وقتِ اضحیہ معلوم ہونے کی صورت میں قربانی کو درست قرار دیا گیا ہے، فکذا هذا۔ ۱۔  
برخلاف آج کے دور کے؛ کہ آج کے دور میں بروقت بلکہ قبل از وقت مختلف مقامات کے اوقات و تواریخ کا پتہ چلانا مستحضر نہیں، چنانچہ طلوع فجر اور غروب وغیرہ کے اوقات تو مختلف

۱۔ إذا وقفوا في يوم وشهد الشهود أن ذلك اليوم يوم النحر أجزأهم استحساناً ۱ھ (قوله: وجہ الاستحسان أن هذه شهادة على النفس) أي لأن معناها أنهم لم يحجوا أو فات عنهم الوقوف فلا تسمع الشهادة؛ لأن التدارك ليس بممكن وليس فيه إلقاء الفتنة. ۱ھ. أئقاني (حاشية الشلبی علی التبيين، ج ۲ ص ۹۲، كتاب الحج، مسائل منثورة)  
لو شهدوا أنه يوم العيد عند الإمام يصلى بالناس العيد ثم ضحوا ثم بان أنه يوم عرفة أجزأهم الصلاة والتضحية كما في التنوير (مجمع الانهر، ج ۲ ص ۵۱۸، كتاب الاضحية)  
قال الرافق: والذي يظهر أن الأئمة لم ينقل عنهم الا قول عدم العبارة للاختلاف مطلقاً من غير فرق بين قرب وبعده ومن غير تفصيل، وإنما المنقول عنهم قول اجمالی، ومنشأ ذلك أن طی مسافة بعيدة يختلف فی مثلها مطلع الهلال ما كان يمكن فی شهر واحد، نظر إلى نظام المواصلات فی ذلك العهد، ونظر إلى النظام المعهود فی قطع المسافة عند ذلك، فما كان يمكن أن يرى رجل الهلال ثم يصل قبل تمام الشهر إلى بلدي مختلف مطالعه فكان الحكم هو لزوم بالوجه الشرعي وعدم العبارة للاختلاف، فجاء قول عدم العبارة من هذه الجهة، وظاهر أن نفس اختلاف المطالع الشرقية والغربية لم يكن ليخفى على مثل الأئمة حکماء الأمة، ثم اذا جاء من بعدهم فوسعوا دائرة قولهم إلى ما لم يريدوه، واخذوا قولهم بأوسع معنى الكلمة عاماً فی كل مطلع. وأرى أن هذا غير ملائم، ولا بد أن يراعى تلك الظروف المحيطة والأحوال المحاطة والأغراض الدائرة في الباب، وليس الجمود على الظاهر من باب التفقه في مثل هذا أصلاً (معارف السنن جلد ۵، صفحہ ۳۳۹، تحقیق اعتبار اختلاف المطالع)

ذرائع سے بآسانی کسی بھی وقت معلوم کئے جاسکتے ہیں، خواہ ابھی ایامِ اضحیہ بھی شروع نہ ہوئے ہوں، اور تاریخوں کا تفاوت انتیس یا تیس ذی الحجہ کو عام طور پر معلوم ہو جاتا ہے، جبکہ ابھی ایامِ اضحیہ میں ہفتہ عشرہ کا فاصلہ موجود ہوتا ہے۔

لہذا موجودہ دور میں دونوں مقامات کے لحاظ سے اوقات کی پابندی کا بآسانی لحاظ ہو سکتا ہے، اور وسیع الظرف وقت میں بآسانی قربانی کو دونوں مقامات کے اوقات کی رعایت ملحوظ رکھ کر انجام دیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس کی اہمیت ہو، اور قربانی کے نماز کی طرح عبادتِ موقتہ اور قربتِ غیر معقولہ ہونے پر نظر ہو، اور اسے دوسری عبادات اور اس سے بڑھ کر عباداتِ غیر موقتہ پر قیاس نہ کیا جائے، اور اگر خود ہی ان چیزوں کی اہمیت کو نظر انداز کیا جائے، اور اس کے خلاف زورِ قلم صرف کر کے تشہیر و تبلیغ کی جائے، تو پھر عوام سے ان چیزوں کی رعایت کی کیا توقع رکھی جاسکتی ہے؟

پس ہمارے نزدیک قربانی کی شرعی و فقہی اعتبار سے صحیح اور سلامتی و عافیت والی بے غبار صورت یہ ہے کہ مقامِ مضحی اور مقامِ اضحیہ دونوں میں دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے لے کر بارہ ذی الحجہ کے غروب کے درمیانی وقت کا لحاظ کیا جائے، اور مقامِ اضحیہ کوئی شہر ہے، تو وہاں دس ذی الحجہ کو عید کی نماز ہونے کا بھی لحاظ کیا جائے۔

فقط، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم، وعلمہ اتم و احکم

محمد رضوان

۲۷/ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ 30/ جولائی/ 2011ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی

## اہل علم حضرات کی آراء

مولانا مفتی سید حسین احمد صاحب زیدہ مجددہ

(دارالافتاء: جامعہ دارالعلوم کورنگی، کراچی)

درج بالا مضمون مولانا مفتی سید حسین احمد صاحب زیدہ مجددہ (دارالعلوم کراچی) کی خدمت میں ای میل کے ذریعے نظر ثانی اور ان کی رائے حاصل کرنے کے لئے ارسال کیا گیا، جس کا موصوف زیدہ مجددہ درج ذیل جواب ارسال فرمایا۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ نے مفتی محمد رضوان صاحب کا رسالہ ”شرائط التضحیہ فی اوقات الاضحیہ“ مطالعہ کر لیا ہے، ماشاء اللہ مناسب تحریر ہے، بندہ اس سے متفق ہے۔

والسلام

سید حسین احمد

۲۸/ربیع الآخر/۱۴۳۳ھ 22/مارچ/2012ء

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

(صدر، جامعہ دارالعلوم کراچی)

محترم جناب مولانا رضوان صاحب (حفظہ اللہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال کردہ کتابچہ ”شرائط التضحیہ فی اوقات الاضحیہ“ ملا بہت خوش

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہوئی۔

آپ نے اس سے متعلق کچھ تحریر کرنے کی فرمائش کی ہے، لیکن بندہ اپنی صحت، جسمانی اور دیگر عوارض کی وجہ سے اس کا مطالعہ کر کے اپنی کوئی رائے پیش کرنے سے قاصر ہوں۔  
دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت سے نوازے، اور آپ کو دنیا و آخرت میں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ والسلام

محمد رفیع عثمانی عفی اللہ عنہ

رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

## حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

(مفتی، دارالافتاء، جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرمی و محترمی جناب مفتی رضوان صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیریت ہوں گے!

التبلیغ کا علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۲۱ بعنوان ”شرائط التضحیۃ فی اوقات

الأضحیۃ“ موصول ہوا، ابھی آپ کا رسالہ ”وصل الشعور بصورة الزور“ زیر غور ہے، اس کے بعد مذکورہ بالا رسالہ دیکھنے کا موقع مل سکے گا، اور چونکہ مصروفیت ایسی ہے کہ فرصت مشکل سے ملتی، اس لیے اس میں تاخیر کا قوی امکان ہے۔

دعاؤں کی درخواست ہے۔ والسلام

بندہ عبدالرؤف سکھروی ۱۲ شعبان ۱۴۳۳ھ

(مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی)

## حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی صاحب مدظلہم

(مدیر: دارالافتاء جمیلی کرم آباد، وحدت روڈ لاہور)

محترم المقام جناب مولانا مفتی رضوان صاحب ید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! طالب بخیر ہے۔

عرض آنکہ جناب کا مرسلہ رسالہ ”قربانی کے شرائط کی تحقیق“ کے بارے میں موصول ہوا۔

ذرہ نوازی کا شکریہ

ماشاء اللہ آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمادیں۔

عرض آنکہ جب یہ مسئلہ چلا تھا کہ قربانی افغانستان میں کرائی جائے تو احقر کے استاذ و مربی

حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی اور حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی

قدس سرہما کے درمیان خاصی گفتگو ہوئی۔ اور دونوں حضرات کی رائے گرامی بھی یہی تھی کہ

مضحیٰ اور محل اضحیہ میں وقت کا ہونا ضروری ہے، اگر ایک جگہ وقت نکل چکا ہے، یا داخل ہی

نہیں ہوا تو قربانی ادا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے انہی اہل حق اکابر کے ساتھ

رکھے۔ آمین۔ فقط والسلام مع الاکرام محتاج دعاء۔

کاتبہ: شیر محمد علوی سابق مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

مدیر: دارالافتاء جمیلی کرم آباد، وحدت روڈ لاہور، ۲۸ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

## مولانا مفتی محمد معاذ صاحب زید مجدہ

(دارالافتاء دارالعلوم تدریس القرآن النور ٹاؤن تلہ گنگ روڈ۔ چکوال)

بخدمت جناب مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اسعدک اللہ فی الدارين

جناب والا کی نئی کتاب ”شرائط التضحیۃ فی اوقات الاضحیۃ“ ماشاء اللہ خوبصورت سر ورق کے ساتھ موصول ہوئی، یاد آوری کا شکریہ۔

مختلف حالات کی وجہ سے فی زمانہ ایک ملک والوں کی قربانیاں دوسرے ممالک بھیجنے کا ماحول بن چکا ہے، اس لیے اس موضوع پر تحقیق کرنا اور اس مسئلہ کو عوامی سطح پر پھیلانا اس وقت کا تقاضا ہے، جبکہ اہل علم کی طرف سے اس مسئلہ پر اب تک کوئی زیادہ توجہ نہیں دی گئی، اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو قبول فرما کر نافع بنا دے۔

بندہ آپ کی اس تحقیق سے متفق ہے کہ مقام اضحیہ اور مقام مضحی دونوں مقامات پر قربانی کا وقت موجود ہونا ضروری ہے۔..... فقط والسلام مع الاحترام

محمد معاذ عفی اللہ تعالیٰ عنہ

دارالافتاء دارالعلوم تدریس القرآن

النور ٹاؤن تلہ گنگ روڈ چکوال، ۱۴ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

(دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم الله الرحمن الرحيم

مکرمی و محترمی جناب مفتی رضوان صاحب زید مجدہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہونگے۔

آپ کا رسالہ ”شرائط التضحیۃ فی الاوقات الاضحیۃ“ کا بغور مطالعہ کیا گیا، اس میں اولاً قربانی کے سبب وجوب، شرط وجوب اور شرط ادا سے متعلق مفصل اور مفید کلام کیا گیا ہے اور بعض

شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے، ص ۵۷ پر پوری بحث کا خلاصہ ذکر کرنے کے بعد رسالہ میں اختیار کردہ موقف کی تائید میں جامعہ دارالعلوم کراچی، جامعہ بنوری ٹاؤن اور مدرسہ شاہی مراد آباد کے فتاویٰ کو ذکر کیا گیا ہے، ان کے بعد مقامِ مٹھی اور مقامِ اضحیہ کے اوقات متفاوت ہونے کی ممکنہ صورتیں اور ان کا حکم بیان کیا گیا ہے، ان میں اکثر صورتیں تو درست معلوم ہوتی ہیں، لیکن ص ۷۶ پر مذکور تیسری صورت کے بارے میں شبہ ہے، اور وہ صورت یہ ہے کہ مقامِ مٹھی میں تیسرے دن (یعنی بارہ ذی الحجہ) کا سورج غروب ہو چکا ہو، لیکن مقامِ اضحیہ میں تیسرے دن کا سورج غروب نہیں ہوا، تو اراقۃ دم سے قربانی ادا نہیں ہوگی۔

اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلم اور احوط اس صورت میں بھی یہی ہے کہ مٹھی کے ہاں بھی قربانی کا وقت ہو اور مقامِ اضحیہ میں بھی قربانی کا وقت ہو، لیکن اس صورت میں حتمیہ کہنا کہ اگر مٹھی کے ہاں وقت نہیں رہا جبکہ مقامِ اضحیہ میں قربانی کا وقت موجود ہے ایسی صورت میں قربانی درست نہیں ہوگی، یہ محتاجِ نص ہے، جبکہ قرآن وحدیث اور فقہ میں ایسی کوئی واضح دلیل نہیں ملتی، بلکہ اصولی طور پر جواز اور عدم جواز دونوں کی طرف کچھ کچھ دلائل موجود ہیں، جن کی تفصیل دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے جاری شدہ منسلکہ فتویٰ (۱/۱۰۲۳) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، لہذا جب مٹھی پر نفسِ وجوب ہو گیا ہو اور وہ اپنے وطن میں قربانی کا وقت گزر جانے کی وجہ سے وہاں قربانی نہ کر سکتا ہو، لیکن وہ دوسری جگہ وقت موجود ہونے کی صورت میں کسی کو وکیل بنا کر وہاں قربانی کرا لے، تو اس کی قربانی کو درست قرار دینے کا احتمال موجود ہے، لہذا اس صورت میں قربانی کی عدم صحت کا حتمی حکم لگانا درست معلوم نہیں ہوتا۔

ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ایسا کرنا خلاف احتیاط ہے۔ والسلام  
بندہ عبدالرؤف سکھروی (مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی)

۲/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ



## دارالعلوم کراچی کا منسلکہ فتویٰ

سوال..... جب دو مالک میں قربانی کے ایام مختلف ہوں اور ان میں سے ایک ملک کا رہنے والا دوسرے ملک کے کسی شخص کو اپنی قربانی کا وکیل بنائے، تو کیا موکل کے ملک میں قربانی کے ایام شروع ہونے سے پہلے یا موکل کے ملک میں ایام قربانی ختم ہونے کے بعد وکیل اپنے موکل کی قربانی اپنے ملک میں کر سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ وکیل کے ملک میں قربانی کا وقت اس وقت موجود ہے، اور اگر کسی موکل نے اپنے ملک میں قربانی کے ایام ختم ہونے کے بعد وکیل کے ملک میں اپنی طرف سے قربانی کروائی ہو تو اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ معتبر ہوگی یا تصدق لازم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب حامداً و مصلیاً

صورت مسئلہ میں موکل کے ملک میں قربانی کے ایام شروع ہونے سے پہلے وکیل کے ملک میں موکل کی طرف سے قربانی کرنا درست نہیں، کیونکہ قربانی کے نفس وجوب کا سبب ”وقت“ ہے، جو ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے شروع ہو کر بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہے، اور نفس وجوب کا تعلق ذمہ مکلف سے ہوتا ہے، اور ”ذمہ“ کا محل مکلف ہے، لہذا نفس وجوب میں مکلف کے محل کا اعتبار ہوگا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جہاں موکل (مضی) رہ رہا ہے وہاں ”وقت“ شروع ہو چکا ہو، اگر وہاں ”وقت“ شروع ہی نہ ہوا ہو تو اس کی طرف سے قربانی کرنا نفس وجوب سے پہلے ادا کرنا لازم آئیگا، اور وجوب سے پہلے اداء کا اعتبار نہیں، اس لیے موکل کے ملک میں قربانی کے ایام شروع ہونے سے پہلے اس کی طرف سے قربانی کرنا شرعاً معتبر نہیں ہوگا (ماخذہ: تبویب ۳۹۳/۱)

موکل کے ملک میں قربانی کے ایام گزر جانے کے بعد وکیل کے ملک میں جبکہ وکیل کے ملک میں قربانی کے ایام موجود ہوں، موکل کی طرف سے قربانی کرنے سے متعلق کوئی صریح جزئیہ

حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات میں نہیں ملا، البتہ اصولی طور پر جواز اور عدم جواز دونوں کے کچھ نہ کچھ دلائل موجود ہیں، جواز کی وجوہات یہ معلوم ہوتی ہیں کہ:

الف..... بدائع الصنائع، کتاب الاضحية میں مؤکل کی طرف سے وکیل کے شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کے عدم جواز کو بیان کرتے ہوئے حضرات صاحبین رحمہما اللہ کی یہ دلیل مذکور ہے کہ:

ان القربة في الذبح و القربات المؤقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها

الا في حق المفعول عنه

یعنی قربان موقتہ میں فاعل کے ہاں کا وقت کا اعتبار ہے، مفعول عنہ کے ہاں کے وقت کا اعتبار نہیں۔

یہ اصول اگرچہ وکیل کے شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنے کے مسئلہ کے سیاق میں بیان ہوا ہے لیکن کے اس کے الفاظ عام ہیں، اس عموم سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مؤکل (مفعول عنہ) کے ملک میں ایام قربانی گزر جانے کے باوجود وکیل (فاعل) کے ملک میں مؤکل کی طرف سے قربانی جائز ہونی چاہیے (دیکھئے عبارت نمبر ۱)

یہ بات واضح رہے کہ حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے مذکورہ اصول سے یہ مسئلہ اخذ کرنا درست نہ ہوگا کہ جب مفعول عنہ کے ہاں کے وقت کا اعتبار نہیں تو مفعول عنہ کے ہاں ایام نحر شروع ہونے سے پہلے اس کی طرف سے قربانی کرنا درست ہونا چاہیے؟

درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس وجوب کے لیے وقت اضحیہ سبب ہے اور جب تک نفس وجوب کا سبب متحقق نہیں ہوگا، اس وقت تک وجوب متحقق نہ ہوگا، اور نفس وجوب کا تعلق ذمہ مکلف سے ہے، اور ذمہ کا محل مکلف ہے، لہذا نفس وجوب کے لیے مکلف (یعنی صورت مسئلہ میں مفعول عنہ) کے محل کا اعتبار ہوگا، اور جب تک مکلف (مفعول عنہ) کے ہاں نفس وجوب کا سبب یعنی ایام نحر متحقق نہ ہونگے اس وقت تک اس کی طرف سے قربانی کرنا

معتبر نہ ہوگا۔

ب.....مؤکل کے حق میں نفس وجوب کا سبب یعنی ”وقتِ اضحیہ“ متحقق ہو گیا ہے اور وکیل کے ملک میں جہاں قربانی کا جانور ہے وہاں وقتِ اضحیہ باقی ہے، اور اداء میں مکانِ اضحیہ کا اعتبار ہے، کیونکہ ”اداء“ فعل ہے اور فعل کا محل مال ہے جو بابِ اضحیہ میں قربانی کا جانور ہے، لہذا اس وجہ سے بھی وکیل کے ملک میں قربانی درست ہونی چاہیے (دیکھئے عبارت نمبر ۵، ۴، ۳، ۲، ۱)

(اگرچہ جن عبارات سے مطلقاً اداء میں مکانِ اضحیہ کا اعتبار ہونا مفہوم ہوتا ہے، ان میں دوسرے مفہوم کا بھی احتمال ہے اور وہ یہ کہ مکانِ اضحیہ کے اعتبار کا تعلق مطلقاً اداء سے نہ ہو، بلکہ صرف مصری اور سوادى کے وقتِ اضحیہ میں جو فرق ہے، اس سے ہو)

ج) قربانی میں اصل واجب اراقتہ الدم ہے، لہذا جب تک اراقتہ الدم ممکن ہو اس وقت تک ”تصدق“ کا حکم نہیں لگنا چاہیے، اور بذریعہ وکالت دوسرے ملک میں اراقتہ الدم ممکن ہے (دیکھئے عبارت نمبر ۶)

ان وجوہات کی وجہ سے مؤکل کے ملک میں قربانی کے ایام گزر جانے کے باوجود وکیل کے ملک میں مؤکل کی طرف سے قربانی کرنا درست معلوم ہوتا ہے۔

عدم جواز کی بنیادی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ قربانی کے ایام شرعاً تین دن ہیں، مؤکل کے ملک میں تینوں دن گزر جانے کے بعد اب قربانی خود مؤکل کے لیے مشروع نہیں رہی، اور بطور قربانی جانور ذبح کرنے کا حکم اس سے ساقط ہو گیا، اور تصدق واجب ہو گیا، اس لیے اب اگر وکیل اپنے ملک میں اس کی طرف سے قربانی کر لے تب بھی قربانی اداء نہیں ہونی چاہیے (دیکھئے عبارت نمبر ۷، ۸، ۹، ۱۰)

خلاصہ یہ کہ اس مسئلہ میں جواز اور عدم جواز دونوں احتمالات ہیں اور کتب فقہ میں تلاشِ بسیار کے باوجود کوئی صریح جزیئہ نہیں ملا، اور مسئلہ قربانی جیسی عبادت سے متعلق ہے جو غیر مدرک بالقیاس ہے، لہذا قربانی کو مشکوک ہونے سے بچانے کے لیے احتیاط اس میں ہے کہ وکیل

کے ملک میں جب قربانی کی جائے تو موکل کے ملک میں بھی قربانی کا دن موجود ہو۔  
تاہم اگر کسی موکل نے جواز والی وجوہات کی بنیاد پر وکیل کے ملک میں قربانی کروادی ہے تو  
اس کو بھی غیر معتبر قرار نہیں دیا جائیگا (لوجود الاحتمال فی نصوص الفقہاء رحمہم اللہ) لیکن اس کے باوجود  
تصدق کر دینے میں احتیاط ہے۔

(۱)..... فی بدائع الصنائع ج ۴ ص ۲۱۱

وأما الذى يرجع إلى وقت التضحیة فهو أنها لا تجوز قبل دخول الوقت؛ لأن الوقت  
كما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب كوقت الصلاة، فلا يجوز لأحد  
أن يضحي قبل طلوع الفجر الثانى من اليوم الأول من أيام النحر ويجوز بعد طلوعه  
سواء كان من أهل المصر أو من أهل القرى، غير أن للجواز فى حق أهل المصر شرطاً  
زائداً وهو أن يكون بعد صلاة العيد، لا يجوز تقديمها عليه عندنا.

فإن كان هو فى المصر والشاة فى الرستاق أو فى موضع لا يصلى فيه وقد كان أمر أن  
يضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلاة العيد فإنها تجزیه، وعلى عكسه لو  
كان هو فى الرستاق والشاة فى المصر وقد أمر من يضحي عنه فضحوا بها قبل صلاة  
العيد فإنها لا تجزیه وإنما يعتبر فى هذا مكان الشاة لا مكان من عليه، هكذا ذكر محمد  
-عليه الرحمة - فى النوادر وقال: إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع  
المذبح عنه، وهكذا روى الحسن عن أبى يوسف -رحمه الله - يعتبر المكان الذى  
يكون فيه الذبح ولا يعتبر المكان الذى يكون فيه المذبح عنه، وإنما كان كذلك؛  
لأن الذبح هو القربة فيعتبر مكان فعلها لا مكان المفعول عنه.

وإن كان الرجل فى مصر وأهله فى مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبى  
يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة فقال: ينبغى لهم أن لا يضحوا عنه حتى يصلى الإمام  
الذى فيه أهله، وإن ضحوا عنه قبل أن يصلى لم يجزه، وهو قول محمد -عليه الرحمة -  
وقال الحسن بن زياد: انتظرت الصلاتين جميعاً وإن شكوا فى وقت صلاة المصر  
الآخر انتظرت به الزوال فعنده لا يذبحون عنه حتى يصلوا فى المصرين جميعاً، وإن  
وقع لهم الشك فى وقت صلاة المصر الآخر لم يذبحوا حتى تزول الشمس فإذا زالت  
ذبحوا عنه.

(وجه) قول الحسن أن فيما قلنا اعتبار الحالين حال الذبح وحال المذبح عنه فكان  
أولى ولأبى يوسف ومحمد رحمهما الله أن القربة فى الذبح، والقربات المؤقتة يعتبر  
وقتها فى حق فاعلها لا فى حق المفعول عنه

(۲)..... فى الهداية ج ۴ ص ۴۲۵

وقت الاضحیۃ یدخل بطلوع الفجر من يوم النحر، إلا أنه لا يجوز لأهل الأمصار الذبح  
حتى يصلى الإمام العيد، فأما أهل السواد فيذبحون بعد الفجر.  
حتى لو كانت فى السواد والمضحى فى المصر يجوز كما انشق الفجر، ولو كان على

العكس لا يجوز إلا بعد الصلاة.

لأنها تشبه الزكاة من حيث أنها تسقط بهلاك المال قبل مضي أيام النحر كالزكاة بهلاك النصاب فيعتبر في الصرف مكان المحل لا مكان الفاعل اعتباراً بها، بخلاف صدقة الفطر لأنها لا تسقط بهلاك المال بعدما طلع الفجر من يوم الفطر.

(٣)..... وفي الكفاية (٨ ص ٣٣١)

(قوله فيعتبر في الصرف) أي في الإراقة مكان المحل أي المال لا مكان الفاعل اعتباراً بالزكاة بخلاف صدقة فطر لأنها لا تسقط بهلاك المال بعدما طلع الفجر من يوم الفطر فكان محلها الذمة فاعتبرنا فيها مكان المؤدى لا مكان الولد والرقيق على ما عليه الفتوى.

(٢)..... وفي فتاوى قاضيخان (ج ٣ ص ٣٣٥)

ولو كان هو في مصر وقت الأضحية وأهله في مصر آخر فكتب إلى أهل وأمرهم بالتضحية في ظاهر الرواية يعتبر مكان الأضحية.

(٥)..... وفي البحر الرائق (ج ٨ ص ٣٢١)

والمعتبر في ذلك مكان الأضحية حتى لو كانت في السواد والمضحى في مصر يجوز كما انشق الفجر، وفي العكس لا يجوز إلا بعد الصلاة. ولأنها تشبه الزكاة فيعتبر في الأداء مكان المحل وهو المال لا مكان الفاعل بخلاف صدقة الفطر حيث يعتبر فيها مكان الفاعل لأنها تتعلق بالذمة والمال ليس بمحل لها. (وهكذا في الشامية ج ٦ ص ٣١٨، والطحاوي على الدر ج ٣ ص ١٢٣، والبزاية ج ٢ ص ٢٨٩)

(٦)..... وفي الدر المختار (ج ٦ ص ٣٢٠)

ولو تركت التضحية ومضت أيامها تصدق بها حية. (قوله ومضت أيامها إلخ) قيد به لما في النهاية: إذا وجبت بإيجابه صريحاً أو بالشراء لها، فإن تصدق بعينها في أيامها فعليه مثلها مكانها، لأن الواجب عليه الإراقة وإنما ينتقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضي أيامها. (قوله تصدق بها حية) لوقوع اليأس عن التقرب بالإراقة.

(٤)..... وفي المبسوط للسرخسي (٢ ص ٩)

ثم يختص جواز الأداء بأيام النحر وهي ثلاثة أيام عندنا قال -عليه الصلاة والسلام- أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها. فإذا غربت الشمس من اليوم الثالث لم تجز التضحية بعد ذلك.

(٨)..... وفي بدائع الصنائع (ج ٣ ص ١٩٨)

أما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات الموقته لا تجب قبل أوقاتها كاصلاة والصوم ونحوهما وأيام النحر ثلاثة.

(٩)..... وفيه أيضاً (ج ٣ ص ٢٠٢)

فإذا لم يؤد في الوقت بقي الوجوب في غيره لقيام المعنى الذي له وجبت في الوقت.

وأما الثاني فنقول إنها لا تقضى بالإراقة؛ لأن الإراقة لا تعقل قربة وإنما جعلت قربة بالشرع في وقت مخصوص فاقتصر كونها قربة على الوقت المخصوص فلا تقضى بعد خروج الوقت، ثم قضاؤها قد يكون بالتصدق بعين الشاة حية وقد يكون بالتصدق بقيمة الشاة.

(١٠) ..... وفي الهداية (ج ٣ ص ٢٢٦)

وهي جائزة في ثلاثة أيام: يوم النحر ويومان بعده.

ولما ما روى عن عمر وعلى وابن عباس رضي الله عنهم أنهم قالوا: أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها وقد قاله سماعا لأن الرأي لا يهتدى إلى المقادير.

ولو لم يضح حتى مضت أيام النحر إن كان أوجب على نفسه أو كان فقيرا وقد اشترى الأضحية تصدق بها حية وإن كان غنيا تصدق بقيمة شاة.

والله سبحانه و تعالى اعلم

محمد يعقوب عفا الله عنه

دار الافتاء جامعه دار العلوم كراچی

۱۴۲۹/۱/۲۶

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

بندہ عبدالرؤف سکھروی

بندہ عبدالمنان عفی عنی

جزی اللہ تعالیٰ الیحب خیراً

۱۴۲۹/۱/۲۶

۱۴۲۹/۱/۲۷

بندہ محمود اشرف غفر اللہ

۱۴۲۹/۱/۲۶

جواب درست ہے کہ مؤکل پر نفس وجوب ہوئے بغیر وکیل کی طرف سے قربانی معتبر نہیں، لیکن اگر مؤکل کے شہر میں ایام اضحیہ ختم ہو چکے ہیں، اور وکیل کے شہر میں باقی ہیں، اور وہ مؤکل کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو اس میں جواز عدم جواز دونوں احتمالات ہیں، اور جواز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وکیل جب اپنے ایام اضحیہ میں قربانی کی نیت سے ذبح کیا تو وہ قربانی تو ہوئی، اور مؤکل کی طرف سے ہوئی، عدم جواز کی صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہنا ہوگا کہ یہ تطوع ہوا، اور واجب اس سے ساقط نہ ہوا، لیکن جب تطوع اور وجوب میں تعارض ہو تو فراغ کے ذمہ کی جانب راجح ہوتی ہے، لیکن چونکہ احتمال دوسرا بھی ہے، اس لیے احتیاط

پر عمل کرنا چاہیے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۴۲۹/۱/۲۶

## عرض گزاشت

(مفتی محمد رضوان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معظمیٰ و محترمی جناب حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم  
آ جناب بندہ کے مضامین پر وقتاً فوقتاً غور فرما کر اپنی رائے عالی سے آگاہ فرماتے رہتے ہیں،  
جس پر بندہ جناب کا بہت مشکور ہے، فجزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔  
بندہ کے مضمون ”شرائط التضحیۃ فی اوقات الاضحیۃ“ پر ابھی آ جناب کی تازہ رائے موصول  
ہوئی، اور ساتھ ہی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی کا منسلک فتویٰ بھی موصول ہوا، جس کو بندہ  
نے ملاحظہ کیا۔

آ جناب نے اپنے مضمون میں تحریر فرمایا ہے کہ:

”ان میں اکثر صورتیں تو درست معلوم ہوتی ہیں، لیکن ص ۶ پر مذکور تیسری  
صورت کے بارے میں شبہ ہے، اور وہ صورت یہ ہے کہ مقامِ مضحیٰ میں تیسرے  
دن (یعنی بارہ ذی الحجہ) کا سورج غروب ہو چکا ہو، لیکن مقامِ اضحیہ میں تیسرے  
دن کا سورج غروب نہیں ہوا، تو اراقۃ دم سے قربانی ادا نہیں ہوگی۔

اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلم اور احوط اس  
صورت میں بھی یہی ہے کہ مضحیٰ کے ہاں بھی قربانی کا وقت ہو اور مقامِ اضحیہ میں  
بھی قربانی کا وقت ہو، لیکن اس صورت میں حتماً یہ کہنا کہ اگر مضحیٰ کے ہاں وقت



نہیں رہا جبکہ مقام اضحیہ میں قربانی کا وقت موجود ہے ایسی صورت میں قربانی درست نہیں ہوگی، یہ محتاج نص ہے، جبکہ قرآن و حدیث اور فقہ میں ایسی کوئی واضح دلیل نہیں ملتی، بلکہ اصولی طور پر جواز اور عدم جواز دونوں کی طرف کچھ کچھ دلائل موجود ہیں، جن کی تفصیل دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے جاری شدہ مسئلہ فتویٰ (۱۰۲۳/۱) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، لہذا جب مضحی پر نفس وجوب ہو گیا ہو اور وہ اپنے وطن میں قربانی کا وقت گزر جانے کی وجہ سے وہاں قربانی نہ کر سکتا ہو، لیکن وہ دوسری جگہ وقت موجود ہونے کی صورت میں کسی کو وکیل بنا کر وہاں قربانی کرا لے، تو اس کی قربانی کو درست قرار دینے کا احتمال موجود ہے، لہذا اس صورت میں قربانی کی عدم صحت کا حتمی حکم لگانا درست معلوم نہیں ہوتا۔

ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ایسا کرنا خلاف احتیاط ہے“ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ عرض ہے کہ اس پر تو فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ دس ذی الحجہ کی طلوع فجر سے پہلے قربانی کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ پھر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک شہر اور گاؤں والوں کی تفریق کے بغیر علی الاطلاق دس ذی الحجہ کے سورج طلوع ہونے سے پہلے قربانی کا وقت شروع نہیں ہوتا، مگر اس کے بعد نماز عید سے فراغت کے شرط ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک قربانی کا وقت دس ذی الحجہ کی طلوع فجر پر شروع ہو جاتا ہے، لیکن اہل شہر کے حق میں جہاں کہ عید کی نماز ہوتی ہو وہاں فی الجملہ عید کی نماز کا ہونا شرط ہے۔

فرع: فی مذاہب العلماء فی وقت الاضحية مذهبنا انه یدخل وقتها إذا طلعت الشمس يوم النحر ثم مضى قدر صلاة العيد وخطبتین كما سبق فإذا ذبح بعد هذا الوقت أجزأه سواء صلى الإمام أم لا وسواء صلى المضحی أم لا وسواء كان من أهل الأمصار أو من أهل القرى أو البوادی أو المسافرين وسواء ذبح الإمام ضحیتہ أم لا. هذا مذهبنا وبه قال داود وابن المنذر وغيرهما. وقال عطاء وأبو حنیفة یدخل وقتها فی حق أهل الأمصار إذا صلى الإمام وخطب فمن ذبح قبل ذلك لم یجزه قال وأما أهل القرى والبوادی فوقتها فی حقهم إذا طلع الفجر الثاني. وقال مالک لا یجوز ذبحها إلا بعد صلاة الإمام وخطبتیه وذبحه.

وقال أحمد لا يجوز قبل صلاة الإمام ويجوز بعدها قبل ذبح الإمام وسواء عنده أهل القرى والأمصا ونحوه عن الحسن البصري والأوزاعي وإسحاق بن راهويه.

وقال سفيان الثوري يجوز ذبحها بعد صلاة الإمام قبل خطبته وفي حال خطبته.

قال ابن المنذر وأجمعوا على أنها لا يصح ذبحها قبل طلوع الفجر يوم النحر (المجموع شرح المذهب، ج ٨ ص ٣٨٩، باب الاضحية)

س: متى يدخل وقت الأضحية؟

ج: يدخل وقتها للإمام بفراغ صلاته وخطبته، ولغير الإمام بفراغ الإمام من ذكاة أضحيته، أو قدر ذلك إن لم يذبح الإمام وينقضى بغروب شمس اليوم الثالث (خلاصة الجواهر، ج ١ ص ٢٣، باب الاضحية)

وقت الأضحية: يرى الجمهور أن وقت الأضحية للبدو كوقته للحضر، وخالف في ذلك الحنفية حيث قالوا: لما كانت لا تجب على البدو صلاة العيد، فإنه يجوز لهم أن يذبحوا أضحيهم بعد طلوع الفجر الصادق من يوم العيد، في حين لا يجوز لأهل الحضر أن يذبحوا أضحيهم إلا بعد صلاة العيد؛ لأن صلاة العيد واجبة عليهم. (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٨ ص ٢٦، مادة: بدو)

اور کیونکہ حنفیہ کے نزدیک قربانی کا وقت دس ذی الحجہ کی طلوع فجر پر شروع ہو جاتا ہے، تو اس وقت کو مشائخ اصولیین حنفیہ نے سبب وجوب قرار دیا ہے، جس کی انتہاء بارہ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے پر ہوتی ہے۔

کیونکہ نبی ﷺ نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کے جائز نہ ہونے کا حکم فرمایا ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی طرح عید کی نماز کے صحیح اور واجب ہونے کے لیے حقیقی یا حکمی شہر ہونا ضروری ہے، اور عام گاؤں دیہات میں عید کی نماز کا حکم نہیں ہے، جس کے پیش نظر فقہائے احناف نے فرمایا کہ اس شرط کا تعلق ہر مقام اور ہر جگہ کی اضحیہ و مضحی سے نہیں ہوگا، بلکہ اسی مقام سے ہوگا جہاں کہ عید کی نماز مشروع ہوگی اور جہاں عید کی نماز کا حکم نہیں ہوگا، وہاں عید کی نماز کا ہونا شرط نہیں ہوگا۔

اور جب حنفیہ کے نزدیک شہر و دیہات میں مذکورہ فرق ہوا، تو فقہائے احناف کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ اگر مضحی اور اضحیہ کے مقامات شہر اور گاؤں کے اعتبار سے متفاوت ہوں تو آیا مضحی کے مقام کا اعتبار ہوگا یا اضحیہ کے مقام کا؟ اور بالفاظ دیگر کسی ایک مقام پر طلوع فجر کافی ہوگا، یا طلوع فجر کے ساتھ ساتھ نماز عید کا ہونا بھی شرط ہوگا۔

اس صورت میں حنفیہ نے مقام اضحیہ کا اعتبار ہونے کو ترجیح دی، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فی نفسہ تو قربانی کا وقت دس ذی الحجہ کی طلوع فجر پر شروع ہو جاتا ہے، لیکن آپ ﷺ نے نماز عید سے پہلے اضحیہ کو معتبر نہیں قرار دیا، جس سے معلوم ہوا کہ اس اضافی شرط کا تعلق اضحیہ سے ہے۔

اگر حنفیہ کے نزدیک شہر اور دیہات والوں کے حق میں مذکورہ فرق نہ ہوتا تو شاید مضحی اور اضحیہ کا وقت معتبر ہونے نہ ہونے اور اوقات کے متفاوت ہونے کا یہ مسئلہ زیر بحث ہی نہ آتا، اسی لیے دیگر فقہائے کرام کی کتب فقہ میں عام طور پر اس کا ذکر نہیں پایا جاتا۔

لہذا شہر و دیہات کے مذکورہ مسئلہ تک تحدید کے بجائے اس قسم کی عبارات یا ان کی مجمل تفصیلات سے علی الاطلاق یہ سمجھ لینا کہ بہر حال مقام اضحیہ کا اعتبار ہوگا، خواہ مضحی کے حق میں سبب وجوب بھی متحقق نہ ہوا ہو، یہ غلط فہمی پڑتی ہے، کیونکہ فقہائے کرام کی ان عبارات کا تعلق سبب وجوب شروع ہونے کے بعد ایک اضافی شرط ادا سے ہے، جس کا تعلق مخصوص مقام یعنی شہر سے ہے۔

اور یہ بات بھی حنفیہ کے اصول فقہ کی رو سے طے شدہ ہے کہ قربانی کا وقت نماز کے وقت کی طرح سبب وجوب ہے، جس کا آغاز دس ذی الحجہ کی طلوع فجر پر اور انتہاء بارہ ذی الحجہ کے غروب شمس پر ہوتی ہے، اور یہ بات آنجناب کو بھی مسلم ہے، چنانچہ دارالعلوم کراچی کے مسئلہ فتویٰ کے شروع میں مذکور ہے کہ:

### الجواب حامداً ومصلیاً!

”صورت مسئلہ میں موکل کے ملک میں قربانی کے ایام شروع ہونے سے پہلے وکیل کے ملک میں موکل کی طرف سے قربانی کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ قربانی کے نفس وجوب کا سبب وقت ہے، جو دس ذی الحجہ کی طلوع صبح صادق سے شروع ہو کر بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہے، اور نفس وجوب کا تعلق

ذمہ مکلف سے ہوتا ہے، اور ذمہ کا محل مکلف ہے، لہذا نفس وجوب میں مکلف کے محل کا اعتبار ہوگا۔“

اور اس فتویٰ کی مذکورہ عبارت اور اس کی تعلیل سے جس طرح مضحی کے حق میں سبب وجوب شروع ہوئے بغیر قربانی کا اداء نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، اسی طرح مضحی کے حق میں سبب وجوب کے ختم ہو جانے کی صورت میں بھی قربانی کا اداء نہ ہونا، بلکہ قضا ہو جانا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ قضا کا تعلق بھی حنفیہ کے مسلمہ قاعدہ کی رو سے نفس وجوب کے ختم ہو جانے سے ہوتا ہے، جس کا تعلق ذمہ مکلف سے ہے، جس میں مکلف کے محل کا اعتبار ہے۔

لہذا جس طرح مصلیٰ کے حق میں نماز وقت داخل ہونے سے پہلے درست نہیں ہوتی، اسی طرح قربانی بھی مضحی کے حق میں وقت داخل ہونے سے پہلے درست نہیں ہوتی، اور جس طرح مصلیٰ کے حق میں وقت ختم ہونے کے بعد نماز قضا ہو جاتی ہے، اسی طرح مضحی کے حق میں بھی وقت ختم ہونے کے بعد قربانی قضا ہو جاتی ہے، جو حنفیہ کے نزدیک اراقتہ دم سے نکل کر تصدق میں تبدیل ہو جاتی ہے، البتہ ایک اصولی فرق یہ ہے کہ نماز کے عبادت بدنیہ ہونے کی وجہ سے اس میں نیابت اور وکالت درست نہیں، جبکہ قربانی کے مالی عبادت ہونے کی وجہ اس میں سے نیابت اور وکالت درست ہے۔

ورنہ اگر نماز میں نیابت درست ہوتی، تو جس طرح نماز کے سبب وجوب اور اس کے اداء و قضاء ہونے کا تعلق مکلف سے ہوتا، اسی طرح قربانی میں بھی مکلف سے ہی تعلق ہوگا۔

اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ وکیل کا تصرف فعل درحقیقت مؤکل کے تصرف فعل کی طرح ہوتا ہے، اور اسی بنیاد پر مضحی کے حق میں سبب وجوب شروع ہوئے بغیر قربانی درست نہیں ہوتی، کیونکہ اس وقت میں وکیل کا تصرف مؤکل کا تصرف کہلائے گا، اور مؤکل کے اس وقت ذبح کرنے سے فراغ ذمہ نہیں ہوتا، لہذا وکیل کے اس وقت ذبح کرنے سے بھی فراغ ذمہ نہ ہوگا۔

أن تصرف الوكيل كتصرف الموكل، وكلام الرسول كلام المرسل (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۳۱، فصل ركن النكاح)

لأن فعل الوكيل كفعل الموكل (بدائع الصنائع، ج ٥ ص ١٥٠، كتاب البيوع، فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه)

لأن فعل الوكيل كفعل الموكل بنفسه حين امتثل أمره (المبسوط للسرخسي، ج ٩ ص ٩٤، كتاب الوكالة، باب الوكالة في العتق والكتابة)

لأن فعل الوكيل كفعل الموكل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٦ ص ٦٩، التوكيل في الاقرار، مادة "اقرار")

أن الوكيل قائم مقام الموكل (المحيط البرهاني، ج ٤ ص ٣٩، كتاب البيع، الفصل الثامن عشر: في بيع الأب والوصي والقاضي مال الصبي وشرائهم له)

وكل ما يجوز للموكل أن يفعله جاز لو كيله أن يفعله (المبسوط للسرخسي، ج ٩ ص ١٠٨، كتاب الوكالة، باب وكالة العبد المأذون والمكاتب)

فقول: تنصرف الوكيل حال بقاء الوكالة كتصرف الموكل بنفسه (المحيط البرهاني، ج ٣ ص ٣٨، كتاب النكاح، الفصل الثامن في الوكالة بالنكاح)

لہذا جس اصول اور قاعدہ کی رو سے مضحی کے حق میں سبب وجوب شروع ہوئے بغیر قربانی کی وکالت اور نیابت کا فعل معتبر قرار نہیں دیا جاتا، اسی اصول اور قاعدہ کی رو سے مضحی کے حق سبب وجوب ختم ہو جانے کے بعد قربانی کی وکالت اور نیابت کا فعل ادا نہیں کہلاتا، بلکہ قضا کہلاتا ہے، کیونکہ سبب وجوب کا تعلق مکلف یعنی مضحی سے ہے، اور یہ تعلق جس طرح ابتداء کے اعتبار سے ہے، اسی طرح بقا و انتہاء کے اعتبار سے بھی ہے۔

لہذا ایک اصول اور قاعدہ کی رو سے ایک صورت کو حتماً ناجائز قرار دینا، اور اسی اصول سے ثابت شدہ دوسری صورت میں تامل کا اظہار کرنا یہ تفریق درست معلوم نہیں ہوتی، لہذا یا تو دونوں صورتوں میں تامل کا اظہار کرنا چاہیے، اور یا پھر دونوں صورتوں کو حتماً ناجائز قرار دینا چاہیے۔ آئینہ گنجاب کا دوسری صورت کے بارے میں یہ فرمانا کہ:

”یہ محتاج نص ہے، جبکہ قرآن وحدیث اور فقہ میں ایسی کوئی واضح دلیل نہیں ملتی،

بلکہ اصولی طور پر جواز اور عدم جواز دونوں کی طرف کچھ کچھ دلائل موجود ہیں“

اس بارے میں عرض ہے کہ آئینہ گنجاب جس صورت کو بلا تامل ناجائز سمجھتے ہیں، اور اس کو جس نص اور جس دلیل اور اصول سے مستنبط فرماتے ہیں، بعینہ اسی دلیل اور اصول سے مذکورہ صورت کا بھی ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے، اور اگر پہلی صورت کے لیے قرآن، حدیث اور فقہ

کی کوئی واضح دلیل نہیں پائی جاتی تو اس دوسری صورت کے بارے میں بھی یہی سمجھنا چاہیے، اور پہلی صورت کے بارے میں بھی تامل کا اظہار کرنا چاہیے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اصولی طور پر جواز اور عدم جواز دونوں کے دلائل موجود ہیں، تو اس بارے میں عرض ہے کہ ان دلائل کا تعلق اُن عبارات سے ہے جو فقہائے کرام نے شہری و دیہاتی کے مسئلہ کو بیان کرتے وقت پیش کی ہیں، اور ان پر اصولی کلام اوپر گزر چکا ہے کہ اُن سے عموم اور اطلاق کا سمجھا جانا غلط فہمی پڑتی ہے۔

چنانچہ اس ضمن میں دارالعلوم کراچی کے مسئلہ فتویٰ میں جس عبارت سے استدلال کیا گیا ہے وہ بدائع الصنائع کی مندرجہ ذیل عبارت ہے، جس کے مختلف مسئلوں اور صورتوں کو ممتاز کرنے اور بعد میں آنے والے کلام کی افہام و تفہیم کی تسہیل کے لئے ہم نے نمبر شمار ڈال دیئے ہیں۔

(۱)..... وأما الذى يرجع إلى وقت التضحية فهو أنها لا تجوز قبل دخول الوقت؛ لأن الوقت كما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب كوقت الصلاة.

(۲)..... فلا يجوز لأحد أن يضحي قبل طلوع الفجر الثانى من اليوم الأول من أيام النحر ويجوز بعد طلوعه سواء كان من أهل المصر أو من أهل القرى.

(۳)..... غير أن للجواز فى حق أهل المصر شرطاً زائداً وهو أن يكون بعد صلاة العيد، لا يجوز تقديمها عليه عندنا (و بعد اسطر)

(۴)..... هذا إذا كان من عليه الأضحية فى المصر والشاة فى المصر.

(۵)..... فإن كان هو فى المصر والشاة فى الرستاق أو فى موضع لا يصلى فيه وقد كان أمر أن يضحوا عنه فضحوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلاة العيد فإنها تجزیه.

(۶)..... وعلى عكسه لو كان هو فى الرستاق والشاة فى المصر وقد أمر من يضحي عنه فضحوا بها قبل صلاة العيد فإنها لا تجزیه وإنما يعتبر فى هذا مكان الشاة لا مكان من عليه، هكذا ذكر محمد - عليه الرحمة - فى النوادر وقال: إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبح عنه، وهكذا روى الحسن عن أبى يوسف - رحمه الله - يعتبر المكان الذى يكون فيه الذبح ولا يعتبر المكان الذى يكون فيه المذبح عنه، وإنما كان كذلك؛ لأن الذبح هو القرية فيعتبر مكان فعلها لا مكان المفعول عنه.

(۷)..... وإن كان الرجل فى مصر وأهله فى مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبى يوسف أنه اعتبر مكان الذبيحة فقال: ينبغى لهم أن لا يضحوا عنه حتى يصلى الإمام الذى فيه أهله، وإن ضحوا عنه قبل أن يصلى لم يجزه، وهو قول محمد - عليه الرحمة - وقال الحسن بن زياد:

انتظرت الصلاتين جميعا وإن شكوا في وقت صلاة المصير الآخر انتظرت به الزوال فعنده لا يذبحون عنه حتى يصلوا في المصيرين جميعا، وإن وقع لهم الشك في وقت صلاة المصير الآخر لم يذبحوا حتى تنزل الشمس فإذا زالت ذبحوا عنه.

(وجه) قول الحسن أن فيما قلنا اعتبار الحالين حال الذبح وحال المذبح عنه فكان أولى ولأبي يوسف ومحمد رحمهما الله أن القرية في الذبح، والقرباات المؤقتة يعتبر وقتها في حق فاعلها لا في حق المفعول عنه. (بدائع الصنائع، ج ٥، ص ٤٣، و ٤٢، كتاب التضحية، فصل في شرائط جواز إقامة الواجب في الاضحية)

مذکورہ عبارت میں پہلے نمبر پر تو وقت کو شرط وجوب اور شرط جواز دونوں قرار دیا گیا ہے، اور ”کو وقت الصلاة“ کے الفاظ سے اس کی توضیح کی گئی ہے۔

پھر دوسرے نمبر پر واضح کیا گیا ہے کہ دس ذی الحجہ کے طلوع فجر سے پہلے کسی کو بھی قربانی کرنا جائز نہیں، خواہ اہل مصر ہوں یا اہل قریہ۔

پھر تیسرے نمبر پر اہل مصر کے حق میں نماز عید کے ایک شرط زائد ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول اور بعض صورتوں کی تفریع کی گئی ہے۔

پھر چوتھے نمبر پر مضحیٰ اور اضحیہ کے شہر اور دیہات میں ہونے کے مسئلہ کی تفریع کرتے ہوئے پہلی صورت یہ ذکر کی گئی ہے کہ اگر من علیہ الاضحیہ (یعنی مضحیٰ) اور شاة (یعنی اضحیہ) دونوں ایک شہر میں ہوں تو شرط زائد کا من کل الوجوہ (یعنی اضحیہ اور من علیہ الاضحیہ کی دونوں جہتوں کی رو سے) حکم عائد ہونے کی وجہ سے نماز عید کا ہونا شرط ہوگا۔

پھر پانچویں نمبر پر دوسری صورت یہ ذکر کی گئی ہے کہ اگر من علیہ الاضحیہ (یعنی مضحیٰ) شہر میں اور شاة (یعنی اضحیہ) گاؤں یا جنگل وغیرہ میں ہو، جہاں کہ عید کی نماز نہیں پڑھی جاتی، تو مضحیٰ کے اذن و حکم سے شہر و گاؤں میں طلوع فجر ہونے کے بعد، مگر شہر میں عید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی جائز ہے، کیونکہ من علیہ الاضحیہ کے حق میں طلوع فجر پائے جانے کی وجہ سے قربانی واجب اور مشروع ہو چکی ہے، اور مقام اضحیہ میں شرط زائد (یعنی عید کی نماز) لازم نہیں۔

پھر چھٹے نمبر پر مذکورہ دوسری صورت کے برعکس تیسری صورت یہ ذکر کی گئی ہے کہ اگر من علیہ الاضحیہ (یعنی مضحیٰ) گاؤں یا جنگل میں ہو جہاں کہ عید کی نماز نہیں پڑھی جاتی، اور شاة (یعنی



اضحیہ) شہر میں ہو تو مضحی کے اذن و حکم سے شہر و گاؤں میں طلوع فجر ہونے کے بعد (کما ہو ظاہر من لفظ عکسہ) شہر میں عید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی جائز نہیں، کیونکہ اگرچہ من علیہ الاضحیہ کے حق میں طلوع فجر پائے جانے کی وجہ سے قربانی واجب اور مشروع ہو چکی ہے، لیکن مقام اضحیہ میں شرط زائد (یعنی عید کی نماز) لازم ہے اور مذکورہ (یعنی دوسری اور تیسری) دونوں صورتوں میں شرط زائد کا اعتبار مکانِ شاة (یا محل اضحیہ) کا ہے نہ کہ مکان من علیہ الاضحیہ (یا مضحی) کا، لہذا ذکر محمد فی النوادر۔

پھر ساتویں نمبر پر اسی پہلو کا ایک مسئلہ یہ ذکر کیا گیا کہ اگر ایک شخص ایک شہر میں ہو، اور اس کی گھر والے دوسرے شہر میں ہوں (جس کی وجہ سے شرط زائد یعنی نماز عید کا ہونا دونوں جگہ ضروری ہو) اور وہ اپنے گھر والوں کو اپنی قربانی کا وکیل و نائب بنائے تو اس صورت میں چونکہ دونوں مقامات شہر ہیں جہاں کہ اضافی شرط اداء یعنی عید کی نماز کا ہونا شرط ہے (اور یہ مسئلہ پہلی صورت سے مختلف ہے جس میں مضحی اور اضحیہ کے حق میں شہر اور گاؤں ہونے کے اعتبار سے اس شرط میں فرق تھا)

تو آیا اس صورت میں عید کی نماز کے مضحی کے شہر میں ہونے کا اعتبار کیا جائے، یا پھر اضحیہ و محلّ ذبح والے شہر میں؟

امام ابو یوسف کی روایت اور امام محمد کے قول میں اعتبار محلّ اضحیہ یا مقام ذبیحہ کا کیا گیا ہے، اور حسن بن زیاد کا یہ قول ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دونوں شہروں کی نماز کے ہونے کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور اگر دوسرے شہر میں عید کی نماز کے وقت میں شک ہو تو زوال تک انتظار کرنا چاہیے، غرضیکہ حضرت حسن بن زیاد دونوں شہروں میں نماز کا اعتبار کرتے ہیں، اور شک کی صورت میں زوال کا اعتبار کرتے ہیں۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ صرف مقام اضحیہ میں عید کی نماز کا اعتبار کرتے ہیں۔ لہذا اس آخری صورت کا تعلق بھی پہلی صورتوں کی طرح عید کی نماز کے شرط ادا ہونے سے

ہوا، نہ کہ سبب وجوب شروع و ختم ہونے سے۔

اس عبارت کے بقدر ضرورت حصہ کو ہم نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۷ پر بھی نقل کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ مکانِ مَضْحٰی اور اضحیہ کے معتبر ہونے نہ ہونے کی یہ تمام متفق علیہ یا مختلف فیہ صورتیں دونوں مقامات پر سبب وجوب یا بالفاظِ دیگر طلوع فجر یومِ النحر کے بعد عید کی نماز کے شرط ہونے نہ ہونے کے درمیان دائر ہیں، اور کسی ایک صورت میں بھی کسی قول کے مطابق طلوع فجر یومِ النحر سے قبل یا ایامِ اضحیہ گزر جانے اور ختم ہو جانے کے بعد قربانی کے جواز کا حکم مذکور نہیں، اور جب حنفیہ کے نزدیک طلوع فجر یومِ النحر سے قبل کسی صورت میں قربانی جائز نہیں، تو دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگی، چونکہ ان کے نزدیک طلوع شمس سے قبل ہی قربانی جائز نہیں، خواہ طلوع فجر بھی ہو چکا ہو۔

پس اس عبارت سے جس طرح مَضْحٰی کے حق میں سبب وجوب متحقق ہوئے بغیر قربانی کے جواز کی دلیل پکڑنا درست نہیں، اسی طرح مَضْحٰی کے حق میں سبب وجوب ختم ہونے کے بعد اس کی طرف سے قربانی کے اداء ہونے کی دلیل پکڑنا بھی درست نہیں ہے۔

جہاں تک دارالعلوم کراچی کے منسلک فتویٰ کے آخر میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی اس رائے کا تعلق ہے کہ:

”جواب درست ہے کہ مؤکل پر نفس وجوب ہوئے بغیر وکیل کی طرف سے قربانی معتبر نہیں، لیکن اگر مؤکل کے شہر میں ایامِ اضحیہ ختم ہو چکے ہیں، اور وکیل کے شہر میں باقی ہیں، اور وہ مؤکل کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو اس میں جواز و عدم جواز دونوں احتمالات ہیں، اور جواز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وکیل جب اپنے ایامِ اضحیہ میں قربانی کی نیت سے ذبح کیا تو وہ قربانی تو ہوئی، اور مؤکل کی طرف سے ہوئی، عدم جواز کی صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہنا ہوگا کہ یہ تطوع ہوا، اور واجب اس سے ساقط نہ ہوا، لیکن جب تطوع اور وجوب میں تعارض ہو تو فراغ

کے ذمہ کی جانب رائج ہوتی ہے، لیکن چونکہ احتمال دوسرا بھی ہے، اس لیے احتیاط پر عمل کرنا چاہیے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۳۲۹/۱/۲۶

تو چونکہ یہ رائے دارالعلوم کراچی کے مسلک فتویٰ پر اور دارالعلوم کراچی کی مجتہد فیہ و متنازع صورت بدائع کی مذکورہ بالا عبارت پر مبنی ہے جس پر کلام پہلے گزر چکا ہے اس لیے اس کے تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔

رہا موکل کے شہر میں ایام اُضحیہ ختم ہو جانے اور وکیل کے شہر میں باقی رہنے کی صورت میں جواز و عدم جواز کے دونوں پہلوؤں کا حکم فرمانا تو اس کا جواب مذکورہ رائے کے شروع میں ہی ان الفاظ میں مذکور ہے کہ ”موکل پر نفس وجوب ہوئے بغیر وکیل کی طرف سے قربانی معتبر نہیں“، لہذا مذکورہ اصول کی بنا پر موکل پر نفس وجوب ختم ہو جانے کے بعد بھی قربانی اداء سے نکل کر قضا یعنی تصدق بن جاتی ہے، لہذا اس کو اداء قرار دینا بھی درست نہیں، اور رہا یہ فرمانا کہ ”وکیل نے جب اپنے ایام اُضحیہ میں قربانی کی نیت سے ذبح کیا، تو قربانی تو ہوئی، اور موکل کی طرف سے ہوئی“ تو اس بارے میں عرض ہے کہ وکیل کا فعل و تصرف موکل کا فعل و تصرف کہلاتا ہے، لہذا جس وقت وکیل جانور ذبح کرے گا، تو اسی وقت موکل کی طرف سے ذبح کرنا کہلائے گا، اور حنفیہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ قربانی کا وقت ختم ہو جائے، یعنی بارہ ذی الحجہ کا غروب ہو جائے، تو وہ قربانی تصدق سے تبدیل ہو جاتی ہے، اور حیوان معین نہ ہونے کی صورت میں تصدق میں اختیار ہوتا ہے کہ درمیانی درجے کا کوئی حیوان صدقہ کر دے، یا اس کی قیمت، اور اگر کسی معین جانور کی نذر ہو، یا بقول مشہور شراہ فقیر سے حیوان متعین ہو گیا ہو، تو اسی حیوان کا زندہ تصدق لازم ہوتا ہے۔

اور اس کے بعد یہ فرمانا کہ ”عدم جواز کی صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہنا ہوگا کہ یہ تطوع ہوا، اور واجب اس سے ساقط نہ ہوا، لیکن جب تطوع اور وجوب میں تعارض ہو تو فراغ کے

ذمہ کی جانب رائج ہوتی ہے، تو یہاں یہ بات بظاہر بے جوڑ معلوم ہوتی ہے، کیونکہ یہاں تطوع اور وجوب میں تعارض سے بحث نہیں ہے، بلکہ اداء اور قضاء سے بحث ہے، اور حنفیہ کے قواعد سے یہ طے ہے کہ اس صورت میں مضحی کے حق میں سبب وجوب ختم ہو جانے کی وجہ سے یہ قربانی ادا نہ کہلائے گی، اور صرف ذبح سے فراغِ ذمہ نہ ہوگا، تا آنکہ تصدق نہ کیا جائے، جبکہ مذکورہ رائے میں نفسِ ذبح کے عمل کو فراغِ ذمہ قرار دے کر تصدق کو غیر لازم کیا جا رہا ہے، حالانکہ قربانی عبادتِ مالیہ ہے، اور اس میں تصدق کے بجائے اتلاف یا اراقتہ دم کا تقرب ہونا خلافِ قیاس تھا، جس کو نص کی وجہ سے گوارا کیا گیا ہے، اور نص سے اس کا تقرب ہونا وقتِ مخصوص کے ساتھ مقید ہے، پس جب وقتِ مخصوص گزر گیا تو اس کا اراقتہ دم کی شکل میں تقرب ہونا باقی نہیں رہا، بلکہ اصل قیاس کے مطابق تصدق بن گیا، لہذا خلافِ قیاس نص سے ثابت شدہ عمل کے تقرب ہونے میں تطوع اور وجوب میں تعارض کا مذکورہ بالا قاعدہ جاری فرما کر تصدق کے بغیر فراغِ ذمہ کی جانب کو رائج قرار دینا بھی خود محلِ نظر ہے، کیونکہ مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ یہاں تطوع اور وجوب کے بجائے اداء و قضاء میں تعارض کا قاعدہ جاری ہوتا ہے، اور وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے من علیہ الاضحیۃ پر اضحیۃ قضاء ہو چکی ہے، اور اراقتہ دم سے نکل کر تصدق بن چکی ہے، اور وکیل کا تصرف مؤکل کا تصرف کہلاتا ہے، لہذا جس وقت وکیل نے ذبح کیا، تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس کے مؤکل نے ذبح کیا، اور اس وقت مؤکل پر اراقتہ دم کے بجائے تصدق واجب ہو چکا ہے۔

اس سلسلہ میں دارالعلوم کراچی سے مورخہ ۲۳/۸/۱۴۲۰ھ، کو جو فتویٰ نمبر ۱/۳۹۳ جاری ہوا، اور ماہنامہ ”البلاغ“ دارالعلوم کراچی، ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ میں شائع ہوا، ہمیں اصولی اعتبار سے اس سے اتفاق ہے، اور اس مکمل فتویٰ کو ہم نے اپنے رسالہ میں بھی نقل کیا ہے، جس میں یہ مذکور ہے کہ:

اس لئے دوسرے ممالک میں قربانی کرانے والوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے

وکیلوں کو اس بات کا پابند بنائیں کہ ہمارے جانور کو اس دن ذبح کریں، جس دن ہمارے یہاں بھی ایام نحر میں سے کوئی دن ہو۔  
جس کا مطلب یہی ہے کہ وکیل اس بات کا پابند ہے کہ وہ ایسے وقت قربانی کرے، جب کہ مؤکل کے یہاں قربانی کا وقت شروع ہو گیا ہو، اور ختم نہ ہوا ہو۔  
اور بنوری ٹاؤن، کراچی کا فتویٰ بھی یہی ہے، اور اس فتویٰ میں بھی دارالعلوم کراچی کے مذکورہ فتوے کا ذکر ہے۔

چنانچہ بنوری ٹاؤن کے فتوے میں مذکور ہے کہ:

اس پوری تفصیل کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہوا کہ قربانی کروانے والے (مؤکل) اور کرنے والے (وکیل) کے مکان میں اگر اختلاف اور فرق ہو تو دونوں جگہوں میں دیگر شرائط کے ساتھ ایام نحر کا پایا جانا ضروری ہے۔  
اور مذکور ہے کہ:

باقی زیر بحث مسئلہ کے بارے میں استفتاء کے ہمراہ مسئلہ دارالعلوم کراچی کے فتویٰ کو بغور پڑھنے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ اس فتویٰ کی رو سے مطلق جانور کا محل معتبر نہیں بلکہ مؤکل پر بھی نفس وجوب کا پایا جانا ضروری ہے، یعنی دونوں جگہوں پر ایام نحر کا پایا جانا ضروری ہے، لہذا اس مسئلہ میں ان کے فتویٰ اور ہمارے فتویٰ میں کوئی اختلاف نہیں۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ، طارق جمیل، متخصص فی الفقہ الاسلامی

الجواب صحیح: محمد عبدالجید دین پوری

الجواب صحیح: محمد انعام الحق محمد، محمد شفیق عارف، محمد داؤد

جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

(ماخوذ از: ماہنامہ ”بینات“ کراچی، ذیقعدہ ۱۴۳۰، نومبر ۲۰۰۹ء، جلد ۷، شمارہ ۱۱)

فنقول إنها لا تقضى بالإزاحة؛ لأن الإزاحة لا تعقل قربة وإنما جعلت قربة بالشرع في وقت

مخصوص فاقصر كونها قربه على الوقت المخصوص فلا تقضى بعد خروج الوقت، ثم قضاؤها قد يكون بالتصدق بعين الشاة حية وقد يكون بالتصدق بقيمة الشاة؛ فإن كان أوجب التضحية على نفسه بشاة بعينها فلم يضحها حتى مضت أيام النحر يتصدق بعينها حية؛ لأن الأصل في الأموال التقرب بالتصدق بها لا بالإتلاف وهو الإراقة إلا أنه نقل إلى الإراقة مقيدا في وقت مخصوص حتى يحل تناول لحمه للمالك والأجنبي والغنى والفقير؛ لكون الناس أضياف الله - عز شأنه - في هذا الوقت، فإذا مضى الوقت عاد الحكم إلى الأصل وهو التصديق بعين الشاة سواء كان موسرا أو معسرا لما قلنا (بدائع الصنائع، ج ٥، ص ٢٨، كتاب التضحية، فصل في أنواع كيفية الوجوب) ما يجب بفوات وقت التضحية:

ولما كانت القرية في الأضحية بإراقة الدم، وكانت هذه الإراقة لا يعقل السر في التقرب بها، وجب الاختصار في التقرب بها على الوقت الذي خصها الشارع به. فلا تقضى بعينها بعد فوات وقتها، بل ينتقل التقرب إلى التصديق بعين الشاة حية، أو بقيمتها أو بقيمة أضحية مجزئة، فمن عين أضحية شاة أو غيرها بالنذر أو بالشراء بالنية فلم يضح بها حتى مضت أيام النحر وجب عليه أن يتصدق بها حية، لأن الأصل في الأموال التقرب بالتصدق بها لا بالإتلاف وهو الإراقة إلا أن الشارع نقله إلى إراقة دمها مقيدة بوقت مخصوص حتى أنه يحل أكل لحمها للمالك والأجنبي والغنى والفقير، لأن الناس أضياف الله تعالى في هذا الوقت (الموسوعة الفقهية، ج ٥، ص ٩٣، مادة أضحية) التضحية ثبتت قربه بالنص واحتمل أن يكون التصديق بعين الشاة أوقيتها أصلاً لأنه هو المشروع في باب المال كما في سائر الصدقات إلا أن الشارع نقل من الأصل إلى التضحية وهو نقصان في المالية (كشف الاسرار ج ١ ص ٣٣٢ باب الأمر، القضاء نوعان أما بمثل معقول وأما بمثل غير معقول)

ولنا أن هذه (أي صدقة الفطر) صدقة مالية فلا سقط بعد الوجوب إلا بالاداء كزكاة المال ولا نقول الأضحية تسقط بل ينتقل الواجب إلى التصديق بقيمة لأن إراقة الدم لا تكون قربه إلا في وقت مخصوص أو مكان مخصوص، فأما التصديق بالمال فهو قربه في كل وقت (المبسوط للسرخسي ج ٢ الجزء الثالث ص ٢٢ باب صدقة الفطر)

ولأنه متمكن من التقرب بالتصدق في سائر الاوقات ولا يمكن من التقرب بإراقة الدم إلا في هذه الايام ..... وأما بعد مضى أيام النحر فقد سقط معنى التقرب بإراقة الدم، لأنها لا تكون قربه إلا في مكان مخصوص وهو الحرم وفي زمان مخصوص وهو أيام النحر، ولكن يلزمه التصديق بقيمة الأضحية إذا كان ممن تجب عليه الأضحية، لأن تقربه في أيام النحر كان باعتبار المالية فيبقى بعد مضيتها، والتقرب بالمال في غير أيام النحر يكون بالتصدق، ولأنه كان يتقرب بسبب إراقة الدم، والتصدق باللحم وقد عجز عن أحدهما وهو قادر على الآخر فيأتي بما يقدر عليه (المبسوط للسرخسي ملخصاً ج ٢ الجزء الثاني عشر ص ١٨ باب الأضحية، أول وقت الأضحية)

فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

محمد رضوان ٢٠/ محرم الحرام/ ١٤٣٣ هـ ٥/ ديسمبر/ ٢٠١٢ء بروزبدہ

اداره غفران، راولپنڈی، پاکستان

Contact us: idaraghufuran@yahoo.com Ph: +92515507530

(ضمیمہ)

## حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

(نائب صدر، جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر مکرم جناب مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ اپنی متعدد تحریرات بندہ کو اظہارِ رائے کے لئے بھیجتے رہے ہیں، بعض پر اپنی رائے مختصراً عرض بھی کی ہے، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ”رأی الضعیف ضعیف“

اب کچھ عرصہ قبل مقامِ تضحیہ سے متعلق مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے نام آپ کی تحریر بھی پہنچی تھی، جس کی نقل آپ نے بندہ کو بھی بھیجی تھی، بندہ نے اس پر غور بھی کیا، لیکن جیسا کہ پہلے بھی خیال تھا، معاملہ ذوقِ جہنم ہے، اور احتیاط کا پہلو اختیار کرنے ہی کا مشورہ دینا چاہئے، البتہ احتمالِ جواز کے بالکلیہ بطلان پر اب بھی دل مطمئن نہ ہوا۔

اس پر غور فرمایا جائے کہ اگر ایک شخص اپنے شہر میں ۱۲ اذی الحجہ کا بیشتر دن گزار کر ایسے شہر میں چلا جائے، جہاں ابھی ۱۱ اذی الحجہ ہے، تو کیا اس کے حق میں جائز ہوگا کہ وہ اگلے دن (جو وہاں کے لحاظ سے ۱۲ اذی الحجہ ہے) قربانی کرے؟.....

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے علم و عمل اور فیوض میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

بندہ محمد تقی

۳۵/۱۲/۲۴ھ



## عرض گزاشت

(مفتی محمد رضوان)

بندہ محمد رضوان نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے مذکورہ مکتوب کے جواب میں درج ذیل تحریر ارسال کی تھی، جس پر حضرت مفتی صاحب موصوف نے نظر ثانی فرما کر اس تحریر ہی کے ضمن میں چند مقامات پر اپنی رائے کا اظہار فرمایا، اور الگ سے جواب میں یہ تحریر فرمایا:

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حسب فرمائش چند امور جو ذہن میں آئے، عرض کر دیئے، والسلام۔ محمد تقی۔ ۱/۲۱/۱۴۳۶ھ

حضرت والا کی اس رائے کے الفاظ کو بھی مندرجہ ذیل تحریر میں بین القوسین ان کے اسم گرامی کے ساتھ امتیاز کر کے شامل کر لیا گیا ہے۔ محمد رضوان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معظم و محترم حضرت والا صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب والا کا مکتوب موصول ہوا، جس میں جناب والا نے ”مقام تضحیہ“ سے متعلق رائے عالی تحریر فرمائی ہے، جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

بندہ کا ذاتی رجحان بھی اسی طرف ہے کہ قربانی دوسری جگہ کرانے کی صورت میں صاحب اضحیہ اور مقام اضحیہ دونوں کے اوقات کو ملحوظ رکھ کر قربانی کرنی چاہئے، تاکہ قربانی کا عمل جو کہ خلاف قیاس اور قرہت غیر معقولہ ہے، بلا شک و شبہ ادا ہو جائے۔

اور یہ صورت کہ صاحب اضحیہ کے مقام پر بارہ ذی الحجہ کا سورج غروب ہو چکا ہو، اور مقام اضحیہ میں ابھی بارہ ذی الحجہ کا سورج غروب نہ ہوا ہو، بہر حال کم از کم درجہ میں خلاف احتیاط ضرور ہے، جس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

تاہم اگر کسی نے ایسا کر لیا تو چونکہ موجودہ دور کے بعض اہل علم حضرات اس کے جواز کے قائل

ہیں (جیسا کہ آگے حوالہ آتا ہے) اور عوام میں دین کے احکام اور بطور خاص مجتہد فیہ دقیق مسائل سے واقفیت کا غیر معمولی فقدان پایا جاتا ہے، علاوہ ازیں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چوتھے دن یعنی تیرہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے تک قربانی جائز ہے، اگرچہ یہ قول دیگر جمہور فقہائے کرام کے خلاف ہے، لیکن ایک جلیل القدر مجتہد و امام کا قول ہے، اور دنیا کے مختلف اور دور دراز کے علاقوں میں اکثر و بیشتر ایک دن کی تاریخ کا فرق ہوتا ہے، اس لئے مذکورہ صورت میں قربانی کو درست قرار دیئے جانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (بس یہی مقصود ہے۔ محرقی عثمانی)

خاص طور پر جبکہ ایسے وقت قربانی کی جائے کہ صاحب اضحیہ کے ہاں تیرہ ذی الحجہ کا سورج غروب نہ ہوا ہو۔ ۱

لیکن قربانی کرنے سے پہلے لوگوں کو بہر حال اس سے منع ہی کرنا چاہئے (بالکل درست ہے۔ محمد تقی عثمانی)۔ هذا آخر رأیی فی هذه المسئلة الى الآن۔  
البتہ حضرت والا نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

اس پر غور فرمایا جائے کہ اگر ایک شخص اپنے شہر میں ۱۲ ذی الحجہ کا بیشتر دن گزار کر ایسے شہر میں چلا جائے، جہاں ابھی ۱۱ ذی الحجہ ہے، تو کیا اس کے حق میں جائز ہوگا کہ وہ اگلے دن (جو وہاں کے لحاظ سے ۱۲ ذی الحجہ ہے) قربانی کرے؟

۱۔ وقت ذبح الاضحية والهدی ثلاثة أيام: يوم الأضحى، وهو اليوم العاشر من ذی الحجة والحادی عشر والثانی عشر، فیدخل اليوم الأول والثانی من أيام التشريق، وهذا عند الحنفية والحنابلة وهو المعتمد عند المالكية، وقد روى ذلك عن غیر واحد من أصحاب رسول الله ﷺ، ورواه الأثرم عن ابن عمر وابن عباس، ولأن النبی ﷺ نهى عن الأكل من النسك فوق ثلاث وغير جائز أن يكون الذبح مشروعاً في وقت يحرم فيه الأكل، ثم نسخ تحريم الأكل وبقى وقت الذبح بحاله. وقد ورد عن بعض أهل المدينة إجازة الأضحية في اليوم الرابع. وعند الشافعية يبقى وقت ذبح الأضحية والهدی إلى آخر أيام التشريق، وهو الأصح، كما قطع به العراقيون، وقد روى عن جبير بن مطعم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل أيام التشريق ذبح وروى عن علي رضي الله تعالى عنه أنه قال: النحر يوم الأضحى وثلاثة أيام بعده وبه قال الحسن وعطاء والأوزاعي وابن المنذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۷ ص ۳۲۱، ۳۲۲، مادة "أيام التشريق")

تو حضرت والا کی تحریر کے مطابق اس کی چند صورتیں محتمل ہیں:

ایک یہ کہ وہ شخص اپنی قربانی کرنے اور ۱۲ ذی الحجہ کے غروب سے قبل اپنے علاقہ سے نکل کر دوسرے ایسے علاقہ میں چلا جائے، جہاں ابھی بارہ ذی الحجہ کا غروب نہ ہوا ہو، اور وہاں جا کر خود ہی قربانی کرے۔ تو وہاں جا کر اس کو دوسرے علاقہ کے ۱۲ ذی الحجہ کا غروب ہونے تک قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں (خواہ پہلی جگہ میں ”جہاں سے وہ سفر کر کے گیا تھا“ ۱۲ ذی الحجہ کا سورج غروب ہو چکا ہو، پس اب اس کے لئے وہاں پر پہلے سے موجود اور مستقل باشندوں کی طرح حکم ہو گیا)

کیونکہ اس کے حق میں قربانی کا سبب وجوب شروع ہو چکا ہے، اور ابھی تک ختم نہیں ہوا، البتہ کچھ طویل ہو گیا ہے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی جگہ روزہ رکھ کر جہاز وغیرہ میں سوار ہو کر ایسے علاقہ میں چلا جائے، جہاں سورج غروب ہونے کا وقت مبداء سفر یا مبداء صوم والے علاقہ سے مؤخر ہو، تو اب اس کو وہاں دوسرے علاقہ کے اعتبار سے (جہاں وہ موجود ہے، وہاں پر پہلے سے موجود دوسرے لوگوں کی طرح) سورج غروب ہونے تک کھانے پینے سے رُک کر روزہ پورا کرنے کا حکم ہوگا۔

مگر اس صورت سے ہمارے بحث فیہ مسئلہ کے جواز و عدم جواز سے تعلق نظر نہیں آتا کیونکہ اس صورت میں وقتِ اضحیہ، صاحبِ اضحیہ اور مقامِ اضحیہ کے اوقات میں تفاوت نہیں پایا جاتا، اور ہمارے زیر بحث مسئلہ تفاوت والا ہے (تعلق یہ ہے کہ اگر وہاں خود جا کر اضحیہ جائز ہے، تو توکیل کا جواز بھی محتمل ہے، جبکہ توکیل، موکل کے شہر میں ۱۲ ذی الحجہ کے غروب سے پہلے ہوئی ہو، واللہ سبحانہ اعلم۔ محمد تقی عثمانی) ۱۔

۱۔ حضرت والا کا یہ فرمانا کہ: ”تعلق یہ ہے کہ اگر وہاں خود جا کر اضحیہ جائز ہے، تو توکیل کا جواز بھی محتمل ہے، جبکہ توکیل، موکل کے شہر میں ۱۲ ذی الحجہ کے غروب سے پہلے ہوئی ہو“

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ متن میں مذکور مندرجہ بالا محتمل صورت اوقات کے عدم تفاوت والی ہے، جس میں قربانی کی توکیل نہیں پائی جا رہی، بلکہ اصل خود قربانی کر رہا ہے، لہذا اس صورت میں ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسری صورت یہ محتمل ہے کہ وہ شخص قربانی کرنے اور ۱۲ ذی الحجہ کے غروب سے قبل اپنے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

خود قربانی کرنے کے مسئلہ سے تو کوئی تعلق نظر نہیں آتا، اور حضرت والا نے جو مثال بیان فرمائی تھی، اس میں پہلی جگہ غروب دوسری جگہ سے قبل ہو رہا تھا، اور اب جو اس کے ساتھ تعلق ہونے کی وضاحت فرمائی ہے، اس کے پیش نظر ہمارے خیال میں مطلب یہ بنتا ہے کہ وہ شخص دوسری جگہ جہاں ۱۱ ذی الحجہ ہے، پہنچ کر پہلی جگہ بطور توکیل ذبح کرائے، جہاں ۱۲ ذی الحجہ کا سورج غروب ہو چکا ہے، جس کے مطابق یہ صورت بنتی ہے کہ اس کی اخیہ بطور توکیل ایسی جگہ کی جائے، جہاں تیسرے دن یعنی ۱۲ ذی الحجہ کا غروب ہو چکا ہو، اور ہماری شروع سے بحث اسی صورت پر مبنی ہے، جبکہ موکل کی طرف سے توکیل متحقق ہو چکی ہو، اور ظاہر ہے کہ قربانی کی توکیل اسی وقت درست ہو سکتی ہے، جبکہ موکل کو خود سے قربانی کرنا جائز ہو، اور اگر موکل کے ہاں قربانی کے ایام ختم ہو چکے ہوں، تو چونکہ اس کے حق میں قربانی کی قضاء متحقق ہو چکی ہے، اس لئے اب جس طرح اس کو خود قربانی کرنا کافی نہیں، بلکہ تصدق متعین ہے، اسی طرح دوسرے کو بھی قربانی کے بجائے تصدق کی توکیل جائز ہونی چاہئے، کیونکہ یہ بات اپنی جگہ طے ہو چکی ہے کہ توکیل اسی فعل کی معتبر ہوتی ہے، جو کام موکل کو خود سے کرنا جائز ہے، اب وقت گزرنے کے بعد اگر وہ خود جانور ذبح کرے، تو قربانی ادا نہیں ہوتی، بلکہ تصدق ضروری ہوتا ہے، اسی طرح وقت گزرنے کے بعد اس کو اراقۃ دم کے بجائے تصدق ہی کی توکیل جائز ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ اگر موکل نے اپنے ہاں وقت گزرنے کے بعد کسی کو اپنی قربانی کی توکیل کی، تو اس سے ادائے قربانی کی توکیل ہی درست نہیں، کیونکہ اس وقت اس پر قربانی کی قضاء متحقق ہو چکی ہے، وہ الگ بات ہے کہ وہ توکیل پر اس کا تاوان لازم نہ ہو، جبکہ وکیل نے اپنے ہاں قربانی کا وقت موجود ہونے کی صورت میں قربانی کی ہو، اور اگر قربانی کی توکیل اس وقت کی، جبکہ اس پر ادائے قربانی کا حکم ہو، تو اس وقت کے بعد جبکہ اس کے ہاں قربانی کا وقت ختم ہونے سے قضاء متحقق ہو چکی ہو، خواہ مقام اخیہ میں وقت باقی ہو، تو باوجود اس کے کہ اس کی توکیل درست تھی، لیکن اس وقت محض اراقۃ دم سے اس کی قربانی ادا نہیں ہونی چاہئے۔

جیسا کہ بندہ نے اپنے رسالہ میں ”مقام مضحی و اخیہ کے اوقات متفاوت ہونے کی ممکنہ صورتیں“ کے ذیل میں اس مسئلہ کی بایں الفاظ تبصیر کی ہے:

”مقام مضحی میں تیسرے دن (یعنی بارہ ذی الحجہ) کا سورج غروب ہو چکا ہے، لیکن مقام اخیہ میں تیسرے دن کا سورج غروب نہیں ہوا، تو اراقۃ دم سے اس کی قربانی اداء نہیں ہوگی۔

کیونکہ مضحی کے حق میں سبب وجوب اور شرط اداء ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کے ذمہ قضاء متحقق ہو چکی ہے، اور اس کے ذمہ اراقۃ دم کے بجائے تصدق لازم ہو چکا ہے، لہذا اب اس کا وجوب اصالتاً و کالاتاً اراقۃ دم سے ادا نہ ہوگا، بلکہ تصدق ضروری ہوگا“ (شرائط التضحیہ فی اوقات الاضحیہ، صفحہ ۷۶، ۷۷)

لیکن بایں ہمہ مذکورہ صورت میں قربانی کو درست قرار دیے جانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، خاص طور پر جبکہ ایسے وقت قربانی کی جائے کہ صاحب اخیہ کے ہاں تیرہ ذی الحجہ کا سورج غروب نہ ہوا ہو، لیکن قربانی کرنے سے پہلے لوگوں کو بہر حال اس سے منع ہی کرنا چاہئے۔ جس کی وجوہات اوپر متن میں ذکر کی جا چکی ہیں۔ محمد رضوان۔

علاقہ سے نکل کر دوسرے ایسے علاقہ میں چلا جائے، جہاں ابھی بارہ ذی الحجہ کا غروب نہ ہوا ہو، لیکن اس کی قربانی بطور توکیل پہلے علاقہ میں وہاں بارہ ذی الحجہ کا سورج غروب ہونے سے قبل کی جائے۔

تو اس صورت کے جواز میں کوئی شبہ محسوس نہیں ہوتا، کیونکہ صاحبِ اضحیہ اور مقامِ اضحیہ دونوں کے اعتبار سے قربانی کا وقت موجود ہے، اور کسی مقام کے اعتبار سے بھی وقت ختم نہیں ہوا۔ تیسری صورت یہ محتمل ہے کہ وہ شخص قربانی کرنے اور ۱۲ ذی الحجہ کے غروب سے قبل اپنے علاقہ سے نکل کر دوسرے ایسے علاقہ میں چلا جائے، جہاں ابھی بارہ ذی الحجہ کا غروب نہ ہوا ہو، لیکن اس کی قربانی بطور توکیل پہلے علاقہ میں وہاں بارہ ذی الحجہ کا سورج غروب ہونے کے بعد کی جائے۔

اور بندہ کی نظر میں یہ صورت اپنے مآل اور حکم کے اعتبار سے یعینہ وہی ہے، جو پہلے ہمارے مضمون میں زیرِ بحث آچکی ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ ایک صورت میں وہ شخص پہلے سے اس علاقہ میں موجود ہے، اور دوسری صورت میں وہ اوقاتِ اضحیہ ختم ہونے سے پہلے اس علاقہ میں پہنچ گیا ہے، ان دونوں شقوں میں حکم کے اعتبار سے بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ ۱۔

نقطہ

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاحْكُمْ

محمد رضوان

۴/ محرم الحرام/ ۱۴۳۶ھ 29/ اکتوبر/ 2014ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

۱۔ مگر اکثر مجوزین کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور اگر یہ صورت فرض کی جائے کہ مقامِ مشحیٰ میں ۱۲ ذی الحجہ کا غروب ہو چکا ہے، مگر مقامِ اضحیہ میں سورج غروب نہیں ہوا، تو ہمارے نزدیک اس کا عدم جواز راجح ہے، اور کم از کم خلافِ احتیاط ہے، جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا، اور آگے بھی ذکر آتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سلسلہ میں بندہ کی رائے تو پہلے ذکر کی جا چکی ہے، اور مجوزین کی جس رائے کا پہلے ذکر کیا گیا، اب افادہ مزیدہ کے طور پر اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا کے زیر انتظام ”ایام قربانی میں کس مقام کا اعتبار ہے؟“ کے مسئلہ پر شرکائے سیمینار کی طرف سے اس پر جو رائے قائم کی گئی، اس کے الفاظ یہ ہیں:

جو شخص قربانی کا وکیل بنا رہا ہے وہ الگ مقام پر ہو اور جہاں قربانی کی جارہی ہو وہ الگ مقام ہو، تو اوقات قربانی کی ابتداء و انتہاء کے سلسلہ میں مقام قربانی کا اعتبار ہوگا، بشرطیکہ جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، اس پر ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہوگئی ہو، لہذا:

الف: جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، اگر اس کے یہاں ۱۰/ ذی الحجہ شروع نہیں ہوئی، تو اس کی طرف سے قربانی نہیں کی جاسکتی، اگرچہ قربانی کئے جانے کے مقام پر اس دن ۱۰/ ذی الحجہ ہو۔

ب: جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، اگر اس کے یہاں ۱۲/ ذی الحجہ کا غروب آفتاب ہو چکا ہے، لیکن جہاں قربانی ہو رہی ہے، وہاں ابھی ۱۲/ ذی الحجہ باقی ہے، تو اس کی جانب سے قربانی کرنا درست ہے۔

ج: جس شخص کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، اس کے مقام پر ۱۲/ ذی الحجہ کی تاریخ ہے، اور جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں ۱۲/ ذی الحجہ گزر چکی ہے، تو اب وہاں قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

شق ”الف“ میں درج ذیل حضرات کا اختلاف ہے:

مفتی رشید احمد فریدی، مفتی عبدالودود دظاہری، مفتی جمیل احمد ندیری، مفتی محمد عثمان گورینی، مولانا عبدالرب اعظمی، مفتی شوکت ثناء قاسمی، مفتی نعمت اللہ، مولانا محمد

کامل قاسمی اور مولانا احتشام الحق۔ ان حضرات کے نزدیک مذکورہ صورت میں قربانی درست ہے، البتہ ان میں سے بعض حضرات کے نزدیک احتیاط اس میں ہے کہ اس صورت میں قربانی نہ کی جائے۔

شق ”ب“ میں مفتی سلمان پالنپوری صاحب کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک مذکورہ صورت میں قربانی درست نہیں ہے (اسلاک فقہ اکیڈمی، انڈیا کے اہم فقہی فیصلے، انیسواں فقہی سیمینار، بانسٹ، گجرات، بتاریخ ۲۷ تا ۳۰ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ، بمطابق ۱۲ تا ۱۵ فروری ۲۰۱۰ء)

(2010ء)

مذکورہ رائے میں درج شق ”الف“ اور شق ”ج“ میں تو چونکہ اکثر شرکائے سیمینار عدم جواز کا رجحان رکھتے ہیں، جس سے ہمیں بھی اتفاق ہے، لیکن شق ”ب“ سے ہمیں اتفاق نہیں، اور ”مفتی سلمان پالنپوری صاحب“ کی طرح ہمارا رجحان بھی اس کے عدم جواز کی طرف ہے، جس کے دلائل ہم نے اپنے رسالہ ”شرائط التضحیۃ فی اوقات الاضحیۃ“ میں ذکر کر دیئے ہیں، اور اس مسئلہ کی ممکنہ و متوقعہ صورتوں کا خلاصہ حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا جا چکا ہے:

(۱)..... مقام مضحی میں یوم النحر کی طلوع فجر نہیں ہوئی، لیکن مقام اضحیہ میں یوم النحر کی طلوع فجر ہو چکی ہے، تو جب تک مقام مضحی میں بھی یوم النحر کی طلوع فجر نہ ہو جائے، اور اگر مقام اضحیہ کوئی شہر ہے تو وہاں کسی ایک مقام پر عید کی نماز بھی نہ ہو جائے، اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں۔

کیونکہ جب تک مقام مضحی میں یوم النحر کی طلوع فجر نہ ہوگی، اُس وقت تک مضحی کے حق میں سبب وجوب شروع نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اصالتاً اور وکالتاً قربانی کرنا جائز نہیں ہوگا، اور شہر میں عید کی نماز کا ہونا اضافی شرط اداء ہے، جس کا تعلق اضحیہ سے ہے۔



لہذا مقامِ اضحیہ میں عید کی نماز کا ہونا بھی ضروری ہوگا۔

(۲)..... مقامِ مضحیٰ میں یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کی طلوع فجر ہو چکی ہے، لیکن مقامِ اضحیہ میں یوم النحر کی طلوع فجر نہیں ہوئی، تو جب تک مقامِ اضحیہ میں بھی یوم النحر کی طلوع فجر نہ ہو جائے، اور اگر مقامِ اضحیہ کوئی شہر ہے تو وہاں کسی ایک مقام پر عید کی نماز بھی نہ ہو جائے، اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں۔

کیونکہ اگرچہ مضحیٰ کے حق میں سببِ وجوب متحقق ہو چکا ہے، لیکن قربانی کا وقت شرطِ اداء بھی ہے، اور شہر میں عید کی نماز کا ہونا اضافی شرطِ اداء ہے، اور اداءِ فعل ہے، جس کا تعلق اضحیہ سے ہے۔

اس لئے مقامِ اضحیہ میں قربانی کے عمل کی ادائیگی درست ہونے کے لئے وقت اور عید کی نماز کی شرائطِ اداء کا پایا جانا ضروری ہوگا۔

(۳)..... مقامِ مضحیٰ میں تیسرے دن (یعنی بارہ ذی الحجہ) کا سورج غروب ہو چکا ہے، لیکن مقامِ اضحیہ میں تیسرے دن کا سورج غروب نہیں ہوا، تو اراقۃِ دم سے اس کی قربانی اداء نہیں ہوگی۔

کیونکہ مضحیٰ کے حق میں سببِ وجوب اور شرطِ اداء ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کے ذمہ قضاء متحقق ہو چکی ہے، اور اس کے ذمہ اراقۃِ دم کے بجائے تصدق لازم ہو چکا ہے، لہذا اب اس کا وجوب اصالتاً وکالتاً اراقۃِ دم سے ادا نہ ہوگا، بلکہ تصدق ضروری ہوگا۔

(۴)..... مقامِ مضحیٰ میں تیسرے دن (یعنی بارہ ذی الحجہ) کا سورج غروب نہیں ہوا، لیکن مقامِ اضحیہ میں تیسرے دن کا سورج غروب ہو چکا ہے، تو اگرچہ مضحیٰ کے حق میں سببِ وجوب موجود ہے، اور اس کے حق میں قربانی قضاء نہیں ہوئی۔ ۲ لیکن مقامِ اضحیہ میں وقتِ اداء فوت ہو جانے (یعنی ظاہراً وحقاً تیسرے دن کا

سورج غروب ہو جانے) کی وجہ سے شرط اداء فوت ہو گئی ہے، جس کا تعلق فعل ذبح کے ساتھ ہے، اور اس صورت میں سبب وجوب کا فعل اداء سے اتصال و اقتران معذور ہے، اس لئے اس صورت میں بھی قربانی کی ادائیگی کو فقہی اصولوں کے مطابق درست قرار دیا جانا مشکل ہے۔

پس مقام مضحی و مقام اضحیہ کے اوقات متفاوت ہونے کی صورت میں قربانی جیسی نازک عبادت موقتہ اور قربت غیر معقولہ کو فقہ حنفی کی رو سے شرعی اصولوں کے مطابق انجام دینے کا اسلم و احوط طریقہ یہ ہے کہ دونوں کے مقامات میں وقت کے پائے جانے اور موجود ہونے کا لحاظ کیا جائے، اور مقام اضحیہ اگر کوئی شہر یا قصبہ ہے جس میں عید کی نماز واجب اور درست ہوتی ہے، تو عید کی نماز کے ہونے کا بھی انتظار کیا جائے (شرائط التضحیہ فی اوقات الاضحیہ، ص ۷۵ تا ۷۸)

تاہم متعدد علماء چونکہ مذکورہ تیسری صورت کے جواز کے قائل ہیں، اور عوام کو یہ سمجھنا بعض اوقات مشکل بھی ہوتا ہے، اس لئے اگر کوئی اس کے مطابق عمل کر لے، تو اس کی قربانی کو درست قرار دیئے جانے کی گنجائش ہے، لیکن قربانی کرنے سے پہلے بہر حال لوگوں کو منع کرنے میں ہی احتیاط ہے، جیسا کہ چند صفحات پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ فقط۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاحْكُمْ.

محمد رضوان

۲۲/ صفر المظفر / ۱۴۳۶ھ / ۱۵ / دسمبر / ۲۰۱۴ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

محمد سر